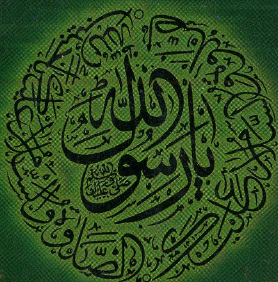


وہابیت بریلویت

از

محمد سعید احمد اسعد

ناشر مکتبہ سعیدیہ رضویہ

مرکزی دفتر:- جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

فون: 041-2658646

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ

وہابیت و بریلویت

از

محمد سعید احمد اسعد

مرکزی دفتر:-
جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد
فون: 041-2658646

نام کتاب ____ وہابیت وبریلویت

مصنف ____ محمد سعید احمد اسعد

تعداد ____ 1100

ناشر ____ مرکزی دفتر سنی اتحاد

قیمت ____

ملنے کا پتہ

مرکزی دفتر جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

فون: 041-2658646

فہرست مضامین

عرض ناشر

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ۔۔ اما بعد

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد سعید احمد اسعد دامت برکاتہم العالیہ احسان الٰہی ظہیر کی رسوائے زمانہ کتاب ''البریلویہ'' کا مفصل جواب الوہابیہ کے نام سے تحریر فرما رہے ہیں۔ ''الوہابیہ'' کے پہلے تین باب الگ اہمیت کے حامل ہیں۔ اس لیے ان کو الگ بھی ''وہابیت وبریلویت'' کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس سلسلہ کو پسند فرمائیں گے۔

کسی بھی غلطی سے مطلع کرنے والے دوست کا پیشگی شکریہ۔

سنی اتحاد فیصل آباد
پاکستان

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالیمن والصلوۃ والسلام علی حبیبہ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کا سچا دین لے کر اس دنیا میں مبعوث ہوئے جن خوش قسمت افراد نے اس پیغام کو قبول کیا وہ مسلمان اور جو لوگ اس پیغام کے مدمقابل ہوئے وہ کفار کہلائے۔ چند ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جن کی زبانوں پر تو کلمہ توحید موجود ہے لیکن ان کے دل سرور کونین محبوب رب المشرقین والمغربین کے بغض اور عناد سے بھرے ہوئے ہیں وہ خاتم المرسلین رحمتہ للعالمین ﷺ کے کمالات عالیہ میں نقص تلاش کرتے رہتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے حق میں یہ گروہ کھلے کفار کے مقابلہ میں زیادہ خطرناک ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ عامتہ المسلمین ان کے چہروں پر داڑھی دیکھ کر ان کو منبر رسول پر بیٹھا دیکھ کر ان کی خرافات کو بھی عین اسلام سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ انہی لوگوں میں سے ایک فرقہ کا نام ''وہابی فرقہ'' ہے۔

چند سال قبل اسی وہابی فرقہ کے ایک لیڈر احسان الٰہی ظہیر نے عرب ریاستوں سے مال بٹورنے کے لیے اور عامتہ المسلمین کو گمراہ کرنے کے لیے اہل سنت وجماعت کے خلاف ایک کتاب ''البریلویہ'' نام سے تحریر کی۔ جس میں اس نے جی بھر کر کذب وافترا کا مظاہرہ کیا جب یہ کتاب چھپ کر معرض وجود میں آئی تو حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے اس کا جواب شائع کرایا جس کا نام ''اندھیرے سے اجالے تک'' رکھا گیا۔

لیکن آجکل پھر ''وہابی فرقہ'' کے سرکردہ حضرات نے ''البریلویہ'' کتاب کی شان میں قصائد پڑھنے شروع کئے ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ظہیر کی کتاب کا جواب ممکن ہی نہیں۔ حالانکہ علامہ شرف قادری اس کا جواب شائع کر چکے ہیں۔ جس کا جواب الجواب وہابی فرقہ ابھی تک شائع نہ کر سکا ہے۔ میں نے بھی اس نیت سے البریلویہ کا جواب لکھنا شروع کیا ہے کہ محبوبان خدا کیلئے دفاع کرنے والوں میں میرا بھی نام شامل ہو جائے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

محمد سعید احمد اسعد غفرلہ الاحد

۱۸ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ بوقت ۲:۳۰ بجے شب

ظہیر نے اپنی کتاب کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے

۱۔ بریلویت، تاریخ وبانی
۲۔ بریلوی عقائد
۳۔ بریلوی تعلیمات
۴۔ بریلویت اور تکفیری فتوے
۵۔ افسانوی حکایات

ہم اپنی کتاب ''الوہابیہ'' کو مندرجہ ذیل ابواب میں تقسیم کریں گے۔

۱۔ وہابیت، تاریخ وبانی
۲۔ بریلویت کیا ہے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں کسی نئے مذہب کے بانی ہیں؟
۳۔ وہابی عقائد
۴۔ بریلوی عقائد۔۔۔ کتاب وسنت کی روشنی میں
۵۔ بریلوی تعلیمات۔۔۔ کتاب وسنت کی روشنی میں
۶۔ وہابیت۔۔۔ شرک سازی کی مشین
۷۔ فاضل بریلوی کے تکفیری فتاویٰ۔۔۔ عشق مصطفوی کا شاہکار
۸۔ وہابیت اور انگریز نوازی
۹۔ چند دلچسپ حکایات
۱۰۔ ظہیر کے جھوٹ

تلک عشرۃ کاملۃ

باب ۱

وہابیت ——— تاریخ اور بانی

''وہابی مذہب'' محمد بن عبد الوہاب نجدی کی طرف منسوب ہے۔ اسی لیے وہابیت اور نجدیت کو ایک ہی چیز شمار کیا جاتا ہے۔ یہ نجدیت ابلیس کو محبوب ہے اور رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مبغوض۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کی تیاری فرما رہے تھے تو اسی وقت کفارِ مکہ بھی ''دار الندوہ'' میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں میٹنگ میں مصروف تھے۔ ابلیس لعین بھی ابو جہل وغیرہ کی میٹنگ میں شیخ نجدی کی شکل وصورت اختیار کیے ہوئے موجود تھا۔

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی اسی بات کو یوں بیان فرماتے ہیں:

وَمَعَهُمْ اِبْلِيْسُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْخٍ نَجْدِيٍّ۔

(المواہب اللدنیہ مع زرقانی جلد ۱ ص ۳۲۱)

ترجمہ: ان کفار کے ساتھ ابلیس بھی شیخ نجدی کی شکل وصورت میں موجود تھا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی فرماتے ہیں :

ابلیس لعین نیز قرین حال ایشاں شد و بصورت پیری نجدی آمدہ -

(مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۵۶)

ترجمہ : ابلیس لعین بھی ان کافروں کی مشاورت میں شریک ہوگیا جو کہ ایک بوڑھے نجدی کی صورت میں آیا تھا -

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

فَاعْتَرَضَهُمْ اِبْلِيْسُ لَعَنَهُ اللّٰهُ فِيْ صُوْرَةِ شَيْخٍ جَلِيْلٍ عَلَيْهِ بَتٌّ لَهٗ فَوَقَفَ عَلٰى بَابِ الدَّارِ فَلَمَّا رَاَوْهُ وَاقِفًا عَلٰى بَابِهَا قَالُوْا مَنِ الشَّيْخُ ؟ قَالَ شَيْخٌ مِّنْ اَهْلِ نَجْدٍ -

(البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۱۷۴)

ترجمہ : ابلیس لعین بھی ایک موٹا کپڑا اوڑھے ہوئے اپنے آپ کو محترم شخصیت بناتے ہوئے دروازہ پر آن کھڑا ہوا - کفارِ مکہ نے پوچھا آپ کون ہیں ؟ بولا میں اہلِ نجد میں سے ہوں

یہی عبارت محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے عبداللہ نجدی نے بھی نقل کی ہے - (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۶۳)

امام بیہقی فرماتے ہیں : فَقَالُوْا مَنْ اَنْتَ

قَالَ اَنَا رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ نَجْدٍ -

(دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۰۲ باب مکر المشرکین برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ : کافروں نے پوچھا تو کون ہے ؟ وہ بولا میں نجد کا باشندہ ہوں -

ہندوستانی وہابیوں، نجدیوں کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھی لکھتے ہیں :

غرضیکہ جب مشورے کے لیے بیٹھے ابلیس صورت میں ایک شیخ نجدی کے ظاہر ہوا -

(الشمامۃ العنبریہ ص ۳۰)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ شیطان ملعون عظمتِ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتمہ کے لیے ابوجہل والی میٹنگ میں شریک ہوا ابلیس کو یہ قوت حاصل ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر کسی کی شکل و صورت اختیار کر سکتا ہے - تو اس موقع پر "نجدی" کی شکل اس نے کسی مناسبت ہی کی وجہ سے اختیار کی -

امام سہیلی فرماتے ہیں :

تَمَثَّلَ نَجْدِيًّا وَ ذَالِكَ اَنَّ نَجْدًا مِّنْهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ - (الروض الانف ص ۲۹۱)

ترجمہ : ابلیس نجدی کی صورت میں اس لیے آیا کہ وہیں سے شیطان کے

سینگ نے نکلنا تھا۔

دلیل نمبر ۲: ایک مرتبہ عامر بن مالک ابو براء نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ہدیہ پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا اور ابو براء کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن ابو براء نے نہ تو اسلام قبول کیا، اور نہ رد کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند اصحاب اہلِ نجد کی طرف دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ فرمائیں تو میں اُمید کرتا ہُوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو اہلِ نجد سے اندیشہ اور خطرہ ہے۔ ابو براء نے کہا میں ضامن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر صحابہ کو جو قراء کہلاتے تھے۔ اس کے ہمراہ کر دیئے۔

(سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم از مولانا ادریس کاندھلوی ج ۲ ص ۲۶۷)

امام قسطلانی، حافظ ابن کثیر اور ابن ہشام نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

اِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْھِمْ اَھْلَ نَجْدٍ۔

مجھے نجدیوں سے ان مبلّغین کے متعلق خوف ہے۔

(المواہب اللدنیہ مع زرقانی ج ۲ ص ۷۵۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۴ ص ۷۴)

(سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۷۴)

مندرجہ بالا حوالہ جات کو غور سے، ٹھنڈے دل سے پڑھیے تو آپ کو یقین ہو جاتے گا کہ نجدی ایسے بدبخت لوگ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اپنے مبلّغین پر ان سے اندیشہ اور خطرہ کا اظہار فرماتے ہیں۔ اور نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات درست بھی ثابت ہوئی کہ یہ قراء شہید بھی ہو گئے۔

سوال: وہابیہ نجدیہ اسی واقعہ کو پیش کر کے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ تھا کہ ان صحابہ کو شہید کر دیا جائے گا اگر علم ہوتا تو رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ہرگز ان صحابہ کو تبلیغ کے لیے روانہ نہ فرماتے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ ان مبلّغین صحابہ کے ساتھ دھوکا ہو گا، اور علم کے باوجود آپ نے صحابہ کو روانہ فرمایا تو ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خُون نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمّہ لازم آئے گا۔ اسلئے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمِ غیب کی عطا کا دعویٰ غلط ہے۔

جواب: مسئلہ علمِ غیب کی تفصیلی بحث تو ان شاء اللہ العزیز باب نمبر ۴ میں آئے گی سرِدست اس سوال کے جواب سے پہلے دو اصولی باتیں ذہن نشین فرما لیجیے۔

۱۔ ہم اہلِ سُنّت وجماعت کے نزدیک کسی بھی مخلوق کو خواہ وُہ محبُوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں خُداوندِ قدّوس کی عطاء اور بخشش کے بغیر نہ تو ایک ذرّہ کا علم حاصل ہے اور نہ

ہی قدرت وطاقت ۔

بالفاظِ دیگر یوں سمجھ لیجیے کہ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا سارا علم عطائی ہے ذاتی ہرگز ہرگز نہیں ۔

۲۔ یہ کل عطائی علمِ غیب بھی نبیِ اکرم ﷺ کے لیے ہم ابتداء سے ہی ثابت نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا علمِ غیب قرآنِ حکیم کے نزول کے ضمن میں مکمّل ہُوا ۔ جوں جوں قرآنِ حکیم نازل ہوتا گیا آپ کے علمِ مُبارک میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور جب قرآنِ حکیم کی آخری آیتِ مُبارکہ نازل ہوگئی تو نبیِ اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو کل مخلوق کا علم عطا ہوگیا ۔

یہاں دو باتوں کو مزید ذہن نشین کر لیجیے :

۱۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا یہ علم مُبارک صرف مخلوق کے اعتبار سے کل ہے خالق کے اعتبار سے بعض۔ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کے علم کیساتھ نبیِ کریم ﷺ کے علم کو تو ہم یہ نسبت بھی نہیں دیتے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایک سمندر ہے اور ——————

اس کے مقابلہ میں نبیِ اکرم ﷺ کا علم مُبارک محض ایک قطرہ ۔

۲۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ کی توجّہ کسی امر

کی طرف نہ ہو ۔

آپ نے اگر ان اصولی باتوں کو ذہن نشین فرما لیا ہے تو آپ پر یہ بات بھی خود بخود واضح ہوگئی ہوگی کہ قرآن حکیم کا نزول مکمّل ہونے سے پہلے کی کوئی بات بھی علم مصطفٰے علیہ السّلام کی نفی میں ہمارے سامنے پیش نہیں کی جاسکتی ۔ کیونکہ علم کلی، علم ماکان و مایکون کا دعویٰ قرآنِ حکیم کی آخری آیتِ مُبارکہ کے نزول کے بعد کا ہے پہلے کا نہیں ۔

اب اس واقعہ کے متعلق ہماری گزارشات کو توجّہ سے ملاحظہ فرمائیں اِن شاء اللہ العزیز آپ کو اس بات کا یقین ہوجائے گا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو اس ماجرا کی بھی پہلے ہی خبر تھی ۔

ان صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم کو روانہ کرنے سے پہلے سرکارِ دو عالم ﷺ کا "اِنِّیْ اَخْشٰی اَھْلَ نَجْدٍ عَلَیْھِمْ" کہ ان صحابہ پر مجھے نجدی ٹولہ کا خوف اور اندیشہ ہے" اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو علم تھا ۔

رہا یہ شبہ کہ اگر پہلے ہی علم تھا تو اس قتل کے ذمّہ دار نبیِ اکرم ﷺ ٹھہریں گے ، مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر زائل ہوجاتا ہے :

۱۔ نبیِ اکرم ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی پ۲۷ النجم ۳،۴

نبیِ اکرم ﷺ تو اپنی مرضی سے کلام تک نہیں فرماتے ۔

وہ تو حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان قراء کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وحیِ الٰہی کے مطابق روانہ فرمایا تھا اس لیے یہ الزام اگر عائد ہوتا ہے تو وہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے خداوندِ قدوس پر عائد ہوگا کہ اس نے اپنے ازلی علم کے باوجود ان قراء کو نجدی ٹولہ کی طرف روانہ کرنے کا آرڈر کیوں جاری فرمایا۔

۲۔ اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ابو براء کی ضمانت کے باوجود یہ مبلّغین روانہ نہ فرماتے تو کل قیامت کے روز یہ نجدی ٹولہ بارگاہِ خداوندی میں عذر پیش کر سکتا تھا کہ ربّ العلمین اگر ہمارے پاس تیرا صحیح سچّا پیغام پہنچ جاتا تو ہم ضرور سچّا ایمان لے آتے لیکن تیرے محبوب نے تو ضمانت کے باوجود ہمارے پاس مبلّغین بھیجنے سے انکار کر دیا تھا، اس لیے ہم جو ایمان قبول نہ کر سکے اس میں قصور ہمارا نہیں ہے بلکہ تیرے نبی کا ہے۔ (معاذ اللہ)

۳۔ شہادت تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا انعام ہے اسی لیے جب ان مبلّغین میں سے حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے نیزہ مارا گیا تو انھوں نے فرمایا "اللّٰہُ اکبر فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃ" مجھے ربِ کعبہ کی قسم میں کامیاب و کامران ہو گیا۔ (زرقانی علی المواہب ج ۲ ص ۷۶)

۴۔ اگر وہابیوں کی یہ منطق تسلیم کر لی جائے کہ علم کے باوجود مبلّغین کو خطرناک مقامات پر بھیجنے والے پر فردِ جرم عائد ہوتی ہے تو خداوندِ قدّوس نے بھی تو انبیاء کرام علیہم السّلام تبلیغ کے لیے روانہ فرمائے جن کو یہودیوں نے قتل کر دیا تھا۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ۔ پ۱ البقرہ ۶۱

تو لازم آئے گا کہ

الف: خداوندِ قدّوس کو ان انبیاء کرام علیہم السّلام کی شہادت کا پہلے علم نہ تھا، اگر علم ہوتا تو خداوندِ قدّوس اپنے نبیوں کو ہرگز تبلیغ کیلئے روانہ نہ فرماتا۔

ب: اگر خُدا کو پہلے علم تھا تو ان انبیاء کرام علیہم السّلام کے قتل کا الزام خُداوندِ قدّوس پر عائد ہوتا ہے۔

نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ

دلیل نمبر ۳ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا وَفِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاُظُنُّهٗ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ هُنَاكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا

يَطۡلَعُ قَرۡنُ الشَّیۡطَانِ ۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۵۱ حدیث نمبر ۷۰۹۴ - مشکوٰۃ شریف ص ۵۸۲ باب ذکر الیمن والشام)

ترجمہ: حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی کہ اے **اللہ** ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے **اللہ** ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے علاقہ نجد کے متعلق بھی دعا فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے شام اور یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نجد کیلئے دعا فرمادیجئے، میں سمجھتا ہوں کہ جب تیسری مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ نجد کیلئے بھی دعا فرمادیجئے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہیں تو زلزلے آئیں گے اور وہیں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث سے بھی صراحتاً معلوم ہوا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ اقدس میں "نجد" کا علاقہ اتنا مبغوض تھا کہ لوگوں کے بار بار اصرار کے باوجود اسکے لیے دعا رحمت نہیں فرمائی نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خداداد علم غیب سے اس فتنہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔

اسی حدیث کی شرح میں مشہور وہابی عالم وحید الزمان نے ایک عجیب موقف اختیار کیا ہے ملاحظہ ہو: نجد سے مراد وہ ملک ہے عراق کا جو بلندی پر واقع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا نہیں فرمائی کیونکہ ادھر

۱؎ کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفتنۃ من قبل المشرق

سے بڑی بڑی آفتوں کا ظہور ہونے والا تھا، امام حسین علیہ السلام بھی اسی سرزمین میں شہید ہوئے۔ کوفہ، بابل وغیرہ یہ سب نجد میں داخل ہیں۔ بعضے بیوقوفوں نے نجد کے فتنے سے محمد بن عبدالوہاب کا نکلنا مراد رکھا ہے، ان کو یہ معلوم نہیں کہ محمد بن عبدالوہاب تو مسلمان اور موحد تھے وہ تو لوگوں کو توحید اور اتباع سنت کی طرف بلاتے تھے اور شرک و بدعت سے منع کرتے تھے ان کا نکلنا تو رحمت تھا نہ فتنہ۔

(تیسیر الباری شرح صحیح بخاری جلد ۹ ص ۱۵۶ مطبوعہ تاج کمپنی)

مندرجہ بالا اقتباس کو ایک بار پھر پڑھیے تو آپ پر چند چیزیں واضح ہوں گی کہ وہابیہ کے نزدیک

۱۔ نجد کا علاقہ واقعی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبغوض ہے۔

۲۔ نجد سے مراد عراق ہے نہ کہ محمد بن عبدالوہاب کا علاقہ۔

۳۔ نجد سے مراد عراق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سرزمین عراق میں شہید ہوئے۔

۴۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی نہ تھا اور نہ ہی اس کا نکلنا فتنہ تھا بلکہ اس کا نکلنا رحمت الٰہی تھا۔

وہابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا غلط ہے اس لیے کہ آج بھی مملکۃ سعودیہ میں نجد نام کا علاقہ موجود ہے اور وہاں کے لوگ اپنے آپ کو بڑے

دھڑلّے سے نجدی کہتے ہیں جس کے شاہد سعودی عرب میں کام کرنے والے ہزاروں پاکستانی بھی ہیں۔ نجدی بڑے فخر سے کہتا ہے اَنَا نَجْدِیٌّ وَّھُوَ حِجَازِیٌّ۔

۱۳۹۸ھ میں موجودہ فرمانروائے مملکتِ سعودیہ شاہ فہد بن عبدالعزیز ولی عہد تھے۔ ان کے حکم سے فتاویٰ ابن تیمیہ شائع ہُوا، اس کے سرورق کا فوٹو ملاحظہ ہو اس کے جامع اور مرتّب کا نام صاف طور پر یوں لکھا ہُوا ہے۔

عَبْدُالرَّحْمٰن بن مُحَمَّد بن قاسم العاصمی النجدی۔

اگر نجد سے مُراد عراق ہے تو فتاویٰ ابن تیمیہ کا مرتّب و جامع "نجدی" کیسے ہو گیا؟

پھر اسی مجمُوعہ فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱، مقدمہ کے صفحہ ب پر "فتاویٰ علماء نجد" کا تذکرہ بھی موجود ہے اور صفحہ ج پر "نجد" کی تعریف میں مندرجہ ذیل الفاظ بھی موجود ہیں:

وَكَانَتْ نَجْدٌ، وَلَا زَالَتْ بِحَمْدِ اللهِ اَسْعَدُ الْاَقَالِيْمِ بِالْاِنْتِفَاعِ بِمُؤَلَّفَاتِ شَيْخِ الْاِسْلَامِ، وَتَدَاوُلِهَا وَتَدْرِيْسِهَا۔

وہابی علماء سے سوال ہے کہ "فتاویٰ علماء نجد" کیا علماء عراق کے فتاویٰ کا مجمُوعہ ہے یا سعودی عرب کے علماء کا اور نجد کے حق میں یہ تعریفی کلمات کیا عراق کے کسی صُوبہ کے حق میں ہیں یا سعودی عرب کے؟

مجموع فتاوى

شيخ الاسلام احمد بن تيمية

طيب الله ثراه

جمع وترتيب الفقير إلى الله

عَبْدُ الرَّحمٰن بن مُحَمَّد بن قاسم العاصمي النجدي الحنبلي رحمه الله

وساعده ابنه محمد وفقه الله

المجلد الأول

طبع بأمر

صاحب السمو الملكي ولي العهد المعظم

فهد بن عبد العزيز آل سعود

تصوير الطبعة الأولى

١٣٩٨ هـ

سنہ ۱۴۰۹ھ میں سعودی دارالحکومت سے ایک کتاب چھپی ہے جس کا نام "مجموعہ الرسائل والمسائل النجدیہ" (لبعض علماء نجد الاعلام)

اس کتاب میں محمّد بن عبدالوہاب نجدی اس کے بیٹوں، پوتوں اور دیگر نجدی علماء کے فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں۔

ہم پُوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ کیا یہ نجدی علماء عراق سے تعلّق رکھنے والے ہیں یا وہاں سے جہاں آج سعودی حکومت موجود ہے۔

اس کتاب کے ٹائیٹل پیج کا فوٹو ملاحظہ فرمائیں:

وہابیہ کا عراق کو نجد قرار دینا اس لیے بھی غلط ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ عراق کے لیے حج کا میقات "ذاتِ عرق" مقرّر فرمایا۔

(دار قطنی ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ لاہور)

جب کہ اہلِ نجد کے لیے "قرن منازل" مقرّر فرمایا۔

(بُخاری شریف[1] ج ۱ ص ۲۰۶ حدیث نمبر ۱۵۲۴)

معلوم ہُوا کہ "نجد" الگ علاقہ ہے اور "عراق" الگ۔ ایک اور وہابی عالم "مسعود عالم ندوی" اپنی کتاب "محمّد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح" میں لکھتے ہیں:

عرب کے مختلف حصّوں اور خاص کر "نجد" کا جغرافیہ ذرا مشکل سے

[1] کتاب الحج باب مُهَلِّ أهلِ مكةَ لِلحَجِّ والعُمرةِ

مجموعة الرّسائل والمسائل النجديّة

لبعض علماء نجد الأعلام

أشرف على إعادة طبعه
الفقير إلى ربه القدير
عبدالسلام بن برجس بن ناصر آل عبد الكريم

الجزء الأول

دار العاصمة
الرياض

سمجھ میں آتا ہے۔ ہمارے ہاں جیسی صوبہ اور ضلع وار مرتّب تقسیم ان کے ہاں نہیں ہے اور نہ موجودہ دور سے پہلے کوئی قابلِ ذکر سیاسی وحدت تھی مختصر طور پر یوں سمجھیے کہ نجد کے تین بڑے حصّے ہیں۔

۱۔ شمالی مشرقی حصّہ جس کا نام شمر ہے۔ اس کے مشہور شہر حائل اور القصر ہیں

۲۔ شمالی مشرقی حصّہ جس کا نام القصیم ہے اس کے مشہور مقامات عنیزہ اور بریدہ ہیں۔

۳۔ جنوبی حصّہ جو العارض کہلاتا ہے اس کا مشہور شہر "ریاض" ہے جو آج سعودی حکومت کا پایہ تخت ہے۔ عارض کو جبل یمامہ بھی کہتے ہیں۔ اصل میں یہ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ اور اس کے گرد و نواح کی زمین وادی حنیفہ اور یمامہ کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام (محمّد بن عبدالوہاب) کی جائے پیدائش عیینیہ اور دعوت کا مرکز درعیہ دونوں اسی وادی میں واقع ہیں جو نجد کے قلب کی حیثیّت رکھتے ہیں۔

(محمّد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح ص ۲۷-۲۸ مطبوعہ فیصل اکیڈمی لائلپور۔)

معلوم ہُوا ۱۔ نجد الگ علاقہ ہے اور عراق الگ۔

۲۔ مسیلمہ کذاب اور محمّد بن عبدالوہاب نجدی دونوں ایک ہی علاقہ کی پیدادار ہیں۔

علامہ وحید الزّمان کا کہنا کہ چونکہ سیّدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) سرزمین

عراق میں شہید کیے گئے تھے اسی لیے یہی جگہ نجد ہے۔ انتہائی مضحکہ خیز ہے چلیے حضرت سیدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ تو سرزمینِ عراق میں ظلماً شہید ہوئے لیکن دامادِ نبی، امیرالمومنین سیدنا عثمان غنی ذوالنّورین رضی اللہ عنہ خود مدینہ منوّرہ میں شہید ہوئے ہیں تو کیا اب معاذ اللہ مدینہ منوّرہ کو بھی وہابی علماء نجد قرار دیں گے۔

اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ پ۱۲ ھود ۷۸

محمّد بن عبدالوہاب نجدی کو وحید الزّمان نے فتنہ کی بجائے رحمت قرار دیا ہے۔ اس کے متعلّق ہم اپنے تاثرات کی بجائے دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین "حسین احمد صاحب مدنی" کے تاثرات پیش کر دیتے ہیں، تاکہ ہم پر جانبداری کا الزام نہ عائد کیا جا سکے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

صاحبو! محمّد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہُوا، اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سُنّت وجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا ان کے قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہلِ حرمین کو خصوصاً اور اہلِ حجاز کو عموماً اس نے تکلیفِ شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت

سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیفِ شدیدہ کے مدینہ منوّرہ اور مکّہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وُہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہلِ عرب کو خصوصًا اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وُہ لوگ یہُود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۲ مطبوعہ اعزازیہ دیوبند)۔

مُحمّد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جُملہ اہلِ عالم و تمام مُسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدّیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔

(الشہاب الثاقب ص ۴۳)

نواب صدّیق حسن خاں پاک و ہند کے وہابیوں کے سرخیل ہیں وُہ بھی مُحمّد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق مذکورہ تاثرات کا اظہار کر رہے ہیں۔

ان سب چیزوں کے ہوتے ہوئے وہابیہ کس مُنہ سے نجدی کو رحمت قرار دیتے ہیں کیا وہابیوں کو مدینہ منورہ کے متعلق احادیثِ مُبارکہ یاد نہیں ہیں

۱۔ حدیث صحیح مُسلم میں آیا ہے۔

لَا یُرِیْدُ اَحَدٌ اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ كَمَا ذَوْبَ الرَّصَاصِ اَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِی الْمَاءِ

(راحت القلوب ترجمہ جذب القلوب ص ۳۱۔ مُسلم شریف جلد ا ص ۴۴۱ حدیث ۳۳۱۹)

ترجمہ: جو شخص کہ اہل مدینہ سے بدی کا ارادہ کرے گا **اللہ** تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ اسے آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے رانگ یا جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

۲۔ رَوَی الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ بِرِجَالِ الصَّحِیْحِ

اَللّٰھُمَّ مَنْ ظَلَمَ اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ وَاَخَافَھُمْ فَاَخِفْهُ وَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ۔

وَرَوَی النَّسَائِیُّ حَدِیْثَ مَنْ اَخَافَ اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ ظَالِمًا لَّھُمْ اَخَافَهُ اللّٰهُ وَكَانَتْ عَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَلِابْنِ حَبَّانَ نَحْوُهٗ۔ (وفاء الوفا ج ا ص ۴۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حافظ طبرانی نے المعجم الاوسط میں صحیح بُخاری کے راویوں سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے **اللہ** کی بارگاہ میں یوں دُعا مانگی "اے **اللہ** جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو ڈرائے تو تُو بھی اس پر خوف مسلّط فرما اور اس پر **اللہ** تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کا کوئی فرض قبول ہو نہ نفل۔

اور امام نسائی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ جو بھی مدینہ والوں کو ظلماً ڈرائے **اللہ** تعالیٰ جلّ جلالہ اس پر خوف بھی مسلّط فرمائے گا اور اس پر **اللہ** تعالیٰ کی لعنت بھی ہوگی۔ ابن حبان نے بھی اسی کی مثل حدیث روایت کی ہے۔

۳- وَرَوٰی اَحْمَدُ بِرِجَالِ الصَّحِيْحِ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِاللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ اَمِيْرًا مِّنْ اُمَرَاءِ الْفِتْنَةِ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ، وَكَانَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُ جَابِرٍ، فَقِيْلَ لِجَابِرٍ- لَوْ تَنَحَّيْتَ عَنْهُ فَخَرَجَ يَمْشِيْ بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَنُكِبَ فَقَالَ تَعِسَ مَنْ اَخَافَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا يَا اَبَتِ فَكَيْفَ اَخَافَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مَاتَ؟ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ فَقَدْ اَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ۔

(وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۵)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کے راویوں سے حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت فرمائی ہے کہ امرائے فتنہ میں سے ایک امیر (بشر بن ارطاۃ) مدینہ منورہ آیا۔ اس وقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بینائی ختم ہوچکی تھی۔ آپ سے عرض کی گئی (مصلحت اسی میں ہے) کہ آپ فتنہ سے بچنے کے لیے کسی اور جگہ تشریف لے چلیں۔ آپ اپنے دو صاحبزادوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چل رہے تھے کہ آپ گر پڑے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص کا بیڑہ غرق جو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ڈرائے۔ دونوں صاحبزادوں یا ان میں سے کسی ایک نے پُوچھا ابّا جان رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تو وصال فرما چکے ہیں۔ اب ان کو کوئی کیسے ڈرا سکتا ہے؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا جس نے اہلِ مدینہ کو ڈرایا اس نے مجھ کو ڈرایا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہُوا کہ جو مدینہ والوں کو ڈرائے گا وہ

۱- اس طرح پگھلے گا جس طرح پانی میں نمک۔

۲- اس پر **اللہ** تعالیٰ جلّ جلالہ خوف مسلّط فرمائے گا۔

۳ - اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی، فرشتوں کی بھی اور انسانوں کی بھی۔

۴ - نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل۔

۵ - وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء کا سبب ہوگا۔

ان تمام ارشاداتِ عالیہ کو ذہن میں رکھ کر دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین حُسین احمد مدنی، کے مُحمّد بن عبد الوہاب نجدی کے متعلق تاثرات ایک مرتبہ پھر پڑھیے اور پھر خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ یہ شخص فتنہ تھا یا اللہ کی رحمت۔

لگے ہاتھوں مُحمّد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے متبعین کے متعلق مشہور فقیہ علاّمہ ابن عابدین شامی کی رائے بھی ملاحظہ فرماتے چلیے۔ باغیوں کا ذکر کرتے کرتے ارشاد فرماتے ہیں:

كَمَا وَقَعَ فِيْ زَمَانِنَا فِيْ اَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ وَتَغَلَّبُوْا عَلَى الْحَرَمَيْنِ وَكَانُوْا يَنْتَحِلُوْنَ مَذْهَبَ الْحَنَابِلَةِ لٰكِنَّهُمْ اعْتَقَدُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَنَّ مَنْ خَالَفَ اِعْتِقَادَهُمْ مُشْرِكُوْنَ وَاسْتَبَاحُوْا بِذٰلِكَ قَتْلَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَقَتْلَ عُلَمَائِهِمْ۔

(فتاویٰ شامی جلد ۳ ص ۳۳۹)

ترجمہ: جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مُحمّد بن عبد الوہاب کے پیروکار نجد سے

نکلے، حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کر لیا یہ لوگ خود کو مذہبِ حنبلی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف وہی لوگ مسلمان ہیں اور جو شخص بھی ان کے عقیدہ کا مخالف ہے وُہ مشرک ہے اسی لیے ان نجدیوں نے اہل سُنّت اور ان کے عُلماء کا قتل جائز قرار دیا تھا۔

علاّمہ شامی کے اس ارشاد سے معلوم ہُوا کہ

۱- نجدیوں کے حرمین شریفین پر تسلّط سے قبل وہاں کے لوگ اہل سُنّت تھے

۲- ان نجدیوں نے حرمین شریفین پر زبردستی قبضہ کیا اور وہاں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔

دلیل نمبر ۴ : عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ يَخْرُجُ نَاسٌ مِّنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ فِيْهِ حَتّٰى يَعُوْدَ السَّهْمُ اِلٰى فُوْقِهٖ قِيْلَ مَا سِيْمَاهُمْ؟ قَالَ سِيْمَاهُمْ التَّحْلِيْقُ اَوْ قَالَ التَّسْبِيْدُ۔

بخاری شریف ص۱۱۲۸ ج۲ حدیث نمبر ۷۵۶۲، کتاب التوحید باب قراءة الفاجر والمنافق

ترجمہ: حضرت اَبُو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کچھ لوگ مشرق سے نکلیں گے۔ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حنجرہ سے نیچے نہیں اُترے گا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح باہر ہوجائیں گے جس طرح تیر کمان سے باہر ہوجاتا ہے۔ یہ لوگ دین سے باہر ہوجانے کے بعد دین میں واپس نہیں آئیں گے، جب تک کہ تیر کمان میں واپس آجائے۔ (جس طرح تیر کا دوبارہ کمان میں واپس آنا محال ہے اسی طرح ان کا دینِ حق کی طرف واپس پلٹنا محال ہے)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، اس ٹولہ کی خاص نشانی کیا ہوگی؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر منڈانا۔

یہ حدیث کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ ابُوداؤد ج ۲ ص ۳۰۰ پر بھی موجود ہے۔ اپنے آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر قربان جاؤں کہ اپنے خداداد علم سے اس گمراہ فرقہ کے متعلق تفصیلات بھی بیان فرمادیں کہ

۱۔ یہ فرقہ مشرق سے نکلے گا۔ نجد مدینہ منورہ کے مشرق میں واقع ہے۔

۲۔ قرآن بہت پڑھیں گے لیکن قرآن حکیم ان کے گلے سے نیچے نہیں اُترے گا۔ جس طرح وہابی مولوی اپنی تقریروں میں مسلسل دو دو رکوع قرآنِ حکیم پڑھ جاتے ہیں لیکن قرآنِ حکیم کا فیض ان کے سینہ تک نہیں پہنچ پاتا۔

۳۔ اس ٹولہ کی خاص علامت "سر کا منڈانا" ہے۔

وہابی ٹولہ بڑے اہتمام سے سر منڈاتا ہے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع حدیث صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۵ میں بھی موجود ہے جس میں اسی دُشمن اسلام فرقہ کی چند نشانیاں بیان فرمائی گئی ہیں۔

صحیح بُخاری کے محشی "احمد علی سہارنپوری" بخاری کی اسی حدیث کے "بَین السطور" لکھتے ہیں۔

وَهٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ خَرَجُوْا مِنْ نَجْدٍ مَوْضِعِ تَمِيْمِيِّيْنَ

ترجمہ: یہ قوم بنو تمیم کے علاقہ "نجد" سے نکلی۔

حضرت علامہ احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

وَفِيْ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ تَنْصِيْصٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ الْخَارِجِيْنَ مِنَ الْمَشْرِقِ التَّابِعِيْنَ لِابْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ فِيْمَا ابْتَدَعَهٗ لِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَاْمُرُوْنَ مَنِ اتَّبَعَهُمْ اَنْ يَّحْلِقَ رَاْسَهٗ وَلَا يَتْرُكُوْنَهٗ يُفَارِقُ مَجْلِسَهُمْ اِذَا تَبِعَهُمْ حَتّٰى يُحَلِّقُوْا رَاْسَهٗ وَلَمْ يَقَعْ مِثْلُ ذٰلِكَ قَطُّ مِنْ اَحَدٍ مِنْ فِرَقِ الضَّالَّةِ الَّتِيْ مَضَتْ قَبْلَهُمْ فَالْحَدِيْثُ صَرِيْحٌ فِيْهِمْ وَكَانَ السَّيِّدُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْاَهْدَلُ مُفْتِيْ زُبَيْدٍ يَقُوْلُ لَا يَحْتَاجُ اَنْ يُّؤَلِّفَ

أَحَدُ تَآلِيفاً لِلرَّدِّ عَلَى ابْنِ عَبْدِ الْوَهَّابِ بَلْ يَكْفِيْ فِيْ
الرَّدِّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ
فَإِنَّهُ لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْمُبْتَدِعَةِ غَيْرُهُمْ وَكَانَ
ابْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ يَأْمُرُ أَيْضاً بِحَلْقِ رُؤُوْسِ النِّسَآءِ
اللَّاتِيْ يَتَّبِعْنَهُ فَأَقَامَتْ عَلَيْهِ الْحُجَّةَ مَرَّةً اِمْرَأَةٌ
دَخَلَتْ فِيْ دِيْنِهِ كُرْهاً وَجَدَّدَتْ إِسْلَامَهَا عَلَى
زَعْمٍ فَأَمَرَ بِحَلْقِ رَأْسِهَا فَقَالَتْ لَهُ أَنْتَ تَأْمُرُ
الرِّجَالَ بِحَلْقِ رُؤُوْسِهِمْ فَلَوْ أَمَرْتَ بِحَلْقِ
لِحَاهُمْ لَسَاغَ لَكَ أَنْ تَأْمُرَ بِحَلْقِ رُؤُوْسِ النِّسَآءِ
لِأَنَّ شَعْرَ الرَّأْسِ لِلْمَرْأَةِ بِمَنْزِلَةِ اللِّحْيَةِ لِلرِّجَالِ
فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَلَمْ يَجِدْ لَهَا جَوَاباً لٰكِنَّهُ
إِنَّمَا فَعَلَ ذٰلِكَ لِيَصْدُقَ عَلَيْهِ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُ
قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ
فَإِنَّ الْمُتَبَادِرَ مِنْهُ حَلْقُ الرَّأْسِ فَقَدْ صَدَقَ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا قَالَ -

(الدرر السنیہ ص ۵۰)

ترجمہ: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی "سر منڈانا اس

قوم کی خاص علامت ہوگا" میں اسی قوم پر نص ہے جو مشرق سے
نکلی - محمدؐ بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار بنے - اس لیے کہ یہی وہ
لوگ تھے جو اپنے پیروکاروں کو اپنے گروہ میں داخل کرتے وقت
سر مونڈنے کا حکم دیتے تھے اور جب تک یہ لوگ اپنا سر منڈوا نہ لیتے
محمدؐ بن عبدالوہاب نجدی کے گروہ کے لوگ ان نئے شامل ہونیوالوں
کو اپنی مجلس سے اُٹھنے نہ دیتے -

اس نجدی سے پہلے جتنے گمراہ فرقے گزرے ہیں ان میں سے
کسی نے بھی یہ علامت اختیار نہیں کی پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث
نجدیوں کے متعلق صریح ہے -

حضرت شیخ سید عبدالرحمن الاہدل مفتی زبیر فرمایا کرتے تھے کسی شخص کو
اس نجدی کے رد کے لیے مستقل کتاب لکھنے کی قطعاً کوئی ضرورت
نہیں ہے بلکہ اس کے رد کے لیے سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشادِ گرامی "سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگا" ہی کافی ہے

یہ محمدؐ بن عبدالوہاب نجدی ان عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم
دیا کرتا تھا جو اس کے ٹولہ میں شامل کی جاتیں -

ایک مرتبہ ایک عورت اس کے دین میں داخل کی گئی، نجدیوں
نے اپنے فاسد گمان کے تحت اس کو نئے سرے سے اسلام میں

داخل کیا۔ پھر اس کو سر منڈانے کا حکم دیا تو اس عورت نے محمّد بن عبدالوہاب سے کہا کہ تُو مَردوں کو تو سر منڈانے کا حکم دیتا ہے اگر ان کی داڑھیوں کے منڈانے کا حکم دیتا تو البتہ عورتوں کے سر منڈانے کا حکم دے سکتا تھا۔ کیونکہ عورتوں کے سر کے بال مَردوں کی داڑھیوں کی طرح ہیں۔ عورت کی یہ بات سُن کر نجدی کافر مبہوت ہوگیا۔ کوئی جواب نہ بن پڑا لیکن اس نے عورت کا سر مونڈ کر چھوڑا تاکہ اس پر اور اس کے پیروکاروں پر نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "سر منڈانا اس قوم کی خاص علامت ہوگا" صادق آجائے۔

دلیل نمبر ۵: ایک مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں اموال تقسیم فرمارہے تھے کہ قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا نہایت بیباکی سے کہنے لگا "اِعدِلْ" یا رسول اللہ انصاف کیجیے۔ نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں عدل نہیں کرتا تو اور کون عدل کرسکے گا؟ حضرت سیّدنا عُمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت کو قتل کرنے کی اجازت مانگی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ ضِئْضِئِ هٰذَا قَوْمًا يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ مُرُوْقَ

السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الْاِسْلَامِ وَيَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ۔

اس کی نسل سے ایسی قوم پیدا ہوگی جو قُرآن تو پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا۔ اسلام سے اس طرح نکل چکے ہونگے جس طرح تیر کمان سے۔ وُہ لوگ بُت پرستوں کو تو چھوڑ دیں گے لیکن مُسلمانوں کو قتل کریں گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵ باب فی المعجزات)

یہ مُحمّد بن عبدالوہاب نجدی بھی بنو تمیم ہی میں سے تھا اور اسی ذوالخویصرہ کی نسل سے بیان کیا جاتا ہے۔

درر سنیہ میں ہے:

وَاَصْرَحُ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ هٰذَا الْمَغْرُوْرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ مِنْ تَمِيْمٍ فَيَحْتَمِلُ اَنَّهٗ مِنْ عَقْبِ ذِي الْخُوَيْصِرَه۔

(الدرر السنیّہ ص ۵۲ مطبوعہ استنبول)

ترجمہ: اس سے بھی صریح یہ بات ہے کہ یہ مغرور مُحمّد بن عبدالوہاب بھی قبیلہ بنو تمیم میں سے ہے اور اس بات کا احتمال بہرحال موجود ہے کہ یہ اسی ذوالخویصرہ کی نسل سے ہے۔

دلیل نمبر ۶ : حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ھیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم[1] ارشاد فرماتے ہیں :

إِنَّ مِمَّا أَخَافُ عَلَيْكُمْ رَجُلًا قَرَءَ الْقُرْآنَ حَتّٰى إِذَا رُئِيَتْ بَهْجَتُهُ عَلَيْهِ وَكَانَ رِدَائُهُ الْإِسْلَامَ اِعْتَرَاهُ إِلٰى مَاشَاءَ اللّٰهُ اِنْسَلَخَ مِنْهُ وَنَبَذَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَسَعٰى عَلٰى جَارِهِ بِالسَّيْفِ وَرَمَاهُ بِالشِّرْكِ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ أَيُّهُمَا أَوْلٰى بِالشِّرْكِ الْمَرْمِيُّ أَوِ الرَّامِيُّ ؟ قَالَ بَلِ الرَّامِيُّ ـ

(ہذا اسناد جید ، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۶۵[2] مطبوعہ امجد اکیڈمی لاہور)

ترجمہ: بیشک مجھے تم پر ایک ایسے شخص کا خوف ہے جو اتنا قرآن پڑھے گا کہ اس کے چہرے پر قرآن کی رونق بھی نظر آنے لگے گی - اس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام بن جائے گا - جب تک اللہ چاہے گا اس کو یہ حالت لاحق رہے گی - پھر اس سے یہ حالت چھن جائیگی وہ شخص قرآن حکیم اور اسلام کو پس پشت پھینک کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتوٰی صادر کرکے ان سے جنگ کرے گا - حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ[1] ان دونوں میں سے شرک کا حق دار کون ہوگا جن بیچاروں پر شرک کا

[1] صلی اللہ علیہ وسلم [2] زیر آیت پ۹ اعراف ۱۷۵

فتوٰی لگے گا وہ یا شرک کا فتوٰی صادر کرنے والا - غیب کی خبریں دینے والے (نبی) علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ، بلکہ شرک کا فتوٰی صادر کرنے والا ہی شرک کا حق دار ہوگا -

ان دونوں حدیثوں کو غور سے پھر پڑھیے تو اس بدبخت ٹولہ کی دو علامتیں مزید نظر آتی ہیں :

۱ - بُت پرستوں کو چھوڑیں گے مسلمانوں سے لڑائی کریں گے -

(صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم -)

آج تک اس نجدی ٹولہ نے کفار ومشرکین سے جنگ نہیں لڑی، ہمیشہ ان کی لڑائی مسلمانوں کے ساتھ ہی رہی ہے - حال ہی میں ایک طرف مسلمان ملک عراق تھا اور اس کے مقابلہ پر امریکہ ، برطانیہ ، فرانس اور ان کی پشت پر یہود وہنود کی پوری قوت موجود تھی - لیکن فرمانِ نبوی صحیح ثابت ہوا - ان نجدیوں نے ایک مسلمان ملک کی تباہی کے لیے یہودی ، عیسائی افواجِ کفر کو ساری لڑائی کا خرچہ بھی دیا اور لڑنے کے لیے اپنی سرزمین بھی -

۲ - اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتوٰی لگا کر ان کو قتل کریں گے -

(صدق نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

اس ٹولہ نے مدینہ منورہ ، مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں کے مسلمانوں پر

شرک ہی کا فتویٰ صادر کرکے ان بھولے بھالے مسلمانوں کو قتل کیا۔ ان کے اموال کو لوٹا۔

ایک ہندوستانی وہابی مولوی اسمٰعیل غزنوی نے علامہ سلیمان بن سحمان نجدی کے رسالہ "الہدیتہ السنیہ" کا ترجمہ "تحفہ وہابیہ" کے نام سے لکھا۔ اس میں محمّد بن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے عبداللہ کا بھی رسالہ موجود ہے، اس میں عام مسلمانوں کو کھلم کھلا مشرک کہہ کر ان کے قتل کا اور اموال لوٹ لینے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

یعنی ایسے امور میں امداد حاصل کرنا جو خدا کے سوا کسی اور کے اختیار میں نہیں ہیں، مثلاً کسی بیمار کا تندرست کرنا یا دشمن پر فتح حاصل کرنا یا کسی دکھ سے محفوظ رہنا وغیرہ۔ تو ایسے امور میں خدا کے سوا کسی دوسرے سے امداد کا طلب کرنا شرک ہے جو لوگ ایسا کریں وہ مشرک ہیں شرکِ اکبر کے مرتکب ہیں۔ اگرچہ اس کا عقیدہ یہی ہو کہ فاعلِ حقیقی فقط ربّ العزّت ہے اور ان صالحین سے دعا کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ان کی سفارش سے مراد بر آئے گی۔ گویا یہ ایک واسطہ ہیں۔ یعنی ان کا فعل یہ بہرحال شرک ہے اور ایسے لوگوں کا خون بہانا جائز ہے۔ اور ان کے اموال کا لوٹ لینا مباح ہے۔

(تحفہ وہابیہ اردو ترجمہ الہدیتہ السنیہ ص ۵۹)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

مسئلہ توسل اور استعانت کی مفصّل و مدلّل بحث ان شاء اللہ العزیز باب (۴) میں کی جائے گی، سرِ دست اتنا سمجھ لیجیے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنِّي لَسْتُ أَخْشٰى عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوْا وَلٰكِنِّيْ أَخْشٰى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَنَافَسُوْهَا۔

(صحیح بخاری شریف[1] ج ۲ ص ۵۸۷ حدیث نمبر ۴۰۴۲)

ترجمہ: مجھے اس بات کا قطعاً ڈر نہیں کہ تم شرک کرنے لگ جاؤ گے لیکن اس بات کا ضرور ڈر ہے کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ نیز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَئِسَ اَنْ يُّعْبَدَ فِیْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۶)

ترجمہ: شیطان جزیرہ عرب میں اپنی عبادت (شرک) سے مایوس ہو چکا ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ ہم اہلِ سُنّت مشرک نہیں ہیں۔

دلیل نمبر ۷: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] کتاب المغازی باب غزوہ احد

مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ رَأْسُ الْكُفْرِ مِنْ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ يَعْنِي الْمَشْرِقَ۔

(مُسلم شریف جلد ۲ [1] صفحہ ۳۹۴ حدیث نمبر ۷۲۹۵)

ترجمہ: حضرت سیّدنا عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ھیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو ارشاد فرمایا:

کُفر کا سر وہیں ہوگا جہاں شیطان کا سینگ طلوع ہوگا۔ یعنی مشرق سے۔ پچھلے اوراق میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نجد" کا نام لے کر فرمایا تھا کہ وہاں سے "قرن الشیطان" کا طلوع ہوگا اور اس حدیث میں مزید وضاحت فرما دی کہ وہیں پر "کفر کا سر" ہوگا۔ نتیجہ بالکل واضح ہے۔

دلیل نمبر ۸ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(بُخاری شریف ج ۲ ص ۱۰۲۴ باب قتال الخوارج کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہما ان خوارج کو اللہ کی ساری مخلوق میں سے بدتر سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ان بدبختوں نے

[1] کتاب الفتن باب الفتن من المشرق من حيث يطلع قرنا الشيطان

وُہ آیاتِ کریمہ جو کہ کفّار کے حق میں نازل ہوئی ہیں وُہ مُسلمانوں پر چسپاں کی ہیں۔

خوارج کا سردار وہی ذوالخویصرہ تھا جس نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے "اِعْدِلْ" کہا تھا۔ اور اسی کی نسل سے مُحمّد بن عبدالوہاب نجدی بیان کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ جو آیاتِ کریمہ بُتوں اور کافروں کی مذمّت میں نازل ہوئی تھیں ان کو مُسلمانوں پر چسپاں کیا کرتے تھے۔ اور یہی کام اُمّتِ وہابیہ بھی کر رہی ہے اس بات کو ہم بالدلائل باب نمبر ۴ میں بیان کریں گے۔ اور یہ کام کرنے والوں کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بدترین خلق سمجھا کرتے تھے۔

اس بدبخت فرقہ کے متعلّق ایک بار پھر پچھلی احادیثِ مُبارکہ ذہن میں رکھیے تو چند چیزیں واضح ہو جاتی ہیں۔

۱۔ شیطان شیخ نجدی کی شکل میں عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم کرنے کے لیے کفّارِ مکّہ کی میٹنگ میں شریک ہُوا۔

۲۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مجھے ان مبلّغین پر اہلِ نجد کا خوف ہے"۔

۳۔ آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے نجد کا نام لے کر ارشاد فرمایا کہ یہیں سے قرن الشیطان کا طلوع ہوگا اور یہیں کُفر کا سر ہوگا۔

۴ - نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری اُمّت شرک میں مبتلا نہ ہوگی۔" (ملخصاً)

لیکن پھر بھی کچھ لوگ جو قرآن حکیم پڑھتے ہوں گے، ان کا اُوڑھنا بچھونا اسلام بن چکا ہوگا۔ وُہ تلواریں سونت کر اپنے پڑوسیوں پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے حملہ آور ہوں گے۔

خبردار اے مُسلمان! جن بیچارے مُسلمانوں پر شرک کا فتویٰ لگے گا وُہ تو شرک میں مبتلا نہ ہوں گے۔ ان کو دیکھا دیکھی مشرک مت سمجھنے لگ جانا۔ بلکہ جو لوگ شرک کا فتویٰ لگانے والے ہوں گے شرک انہی پر لوٹ آئے گا۔

۵ - کافروں، بُتوں کے حق میں نازل شدہ آیات مُسلمانوں پر چسپاں کرینگے۔

ان پانچوں چیزوں کو ذہن میں رکھیے اور خود فیصلہ کیجیے کہ آج وُہ کون لوگ ہیں جو اُمّتِ مسلمہ پر شرک کا فتویٰ صادر کر کے ان کو قتل کرنا، ان کا مال لُوٹنا جائز سمجھتے ہیں۔؟

وُہ کون لوگ ہیں جو انبیاء[۱] اولیاء کو بے بس کمزور، ذلیل، بے علم ثابت کرنے کیلئے معاذاللہ ثم معاذاللہ بُتوں کے متعلق نازل شدہ آیات محبوبانِ خدا پر بھی چسپاں کر دیتے ہیں۔

ہاں ہاں! اے مُسلمان! وُہ یہی فرقہ وہابیہ ہے جس کے متعلق غیب کی خبریں

[۱] علیہم السلام

دینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بتلا دیا تھا۔

مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔

محمّد بن عبدالوہاب نجدی کے ذکر کو ہم ایک ولی کامل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے جگمگاتے ماہتاب، حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی کے ایک اقتباس پر ختم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

محمّد بن عبدالوہاب کے سرگرم حمایتی کو لفظ وہابی میں سبّ وشتم کی بُو آتی ہے، وُہ بُو سبّ وشتم کی نہیں ہے بلکہ یہ ان ہزارہا بندگانِ خدا کے ناحق خُون کی بساند ہے۔ یہ ان ہزارہا عورتوں اور بچّوں کی دل جلی آہ ہے۔ جن کا سب کچھ لوٹا گیا ہے اور سب سے زیادہ یہ ان گُستاخانہ تحریرات کا اثر ہے جو تاجدارِ انبیاء محبوبِ کبریا بِاَنْفُسِنَا هُوَ وَبِآبَآئِنَا وَ اُمَّهَاتِنَا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق توحید کی حفاظت کے نام پر لکھی گئی ہیں۔

پروردگار حضرات صحابہ سے خطاب کر رہا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا .... (پ۱ البقرہ ۱۰۴)

یعنی تم یہودیوں کی بولی راعنا نہ بولو، بلکہ ادب سے انظرنا کہو۔

اور محمّد بن عبدالوہاب لکھتا ہے:

"اَمَّا السَّابِقُوْنَ فَاللَّاتُ وَ الْعُزّٰى وَ السُّوَاعُ

"وَاَمَّا اللَّاحِقُوْنَ فَمُحَمَّدٌ وَعَلِیٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ وَالْکُلُّ سَوَاءٌ" (نعوذ باللہ من غضبہ وعقابہ)

ایک بدبخت نجدی کے سامنے ایک رفیق نے سیّدنا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا۔ وُہ بولا السیّد ھواللہ، یعنی سیّد تو اللہ ہی ہے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں ہیں۔ اس سے کہا گیا اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلّق فرماتا ہے "سیّداً و حصوراً" یہ سُن کر وُہ بے ادب خاموش ہُوا۔ ایسی عبارت لکھنے والے کا کیا حکم ہے اس کا بیان حضرات علمائے کرام بیان کریں گے۔ ہم تو اس کے قائل اور اس کے معتقد سے بیزار ہیں۔ اور کہتے ہیں اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ اور اتنا جانتے ہیں کہ فرقہ وہابیہ اہلِ اہواء کے مسلک پر چل رہا ہے۔ بکیر نے نافع سے پُوچھا کہ حروریہ (خوارج) کے متعلّق ابن عمر کی کیا رائے تھی؟ نافع نے کہا:

"یَرَاھُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللہِ اَنَّهُمُ انْطَلَقُوْا اِلٰی آیَاتٍ نَزَلَتْ فِی الْکُفَّارِ فَجَعَلُوْھَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ"

ان کے نزدیک وُہ اللہ کی مخلوق میں بدترین ہیں انہوں نے ان آیات کو جو کافروں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنوں پر راست کر دی ہیں۔ یہی حالت محمّد بن عبدالوہاب کی ہے۔ اللہ جل جلالہ اس کے شر سے بچائے۔

(مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ص ۴۴)

ہندو پاک میں وہابیت

مولانا محمّد اسمٰعیل دہلوی شاہ عبدالغنی کا لڑکا اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا پوتا تھا۔ ۱۲ ربیع الآخر ۱۱۹۳ھ، ۳۰ مارچ ۱۷۷۹ء کو پیدا ہُوا اور ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ، ۷ مئی ۱۸۳۱ء بالاکوٹ صوبہ سرحد میں قتل ہُوا۔

اس مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ہاتھ محمّد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "کتاب التوحید" لگی۔ اس نے اسی کتاب میں معمولی ردّ و بدل کر کے "تقویۃ الایمان" کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ جس کی اشاعت سے ہندو پاک میں بھی وہابیت پھیلنی شروع ہوئی۔ یوں مولوی اسماعیل دہلوی ہندوستان میں وہابیت کا معمارِ اوّل ٹھہرا۔

ہم مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اس کی کتاب "تقویۃ الایمان" کے متعلّق باب نمبر ۱ میں مزید تفصیلات پیش نہیں کرنا چاہتے۔ جو حضرات اس پر تفصیلی تبصرہ پڑھنا چاہتے ہیں وہ سیّدی، سندی، ابی، زبدۃ الاتقیاء فقیہِ عصر حضرت مولانا علامہ مفتی سعید محمّد امین مدظلہ کا رسالہ "تعارف تقویۃ الایمان" اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم پیشوا، فخرِ اولیاء حضرت مولانا علامہ شاہ ابُوالحسن زید فاروقی مدظلہ سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ابُوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان کا مطالعہ فرمائیں۔

میاں نذیر حسین دہلوی

میاں نذیر حسین دہلوی شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے شاگرد بیان کیے جاتے ہیں۔ وہابیہ نے ان کو "شیخ الکل فی الکل" کا لقب دیا جب کہ انگریزی حکومت کی جانب سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

(مقدمہ فتاوٰی نذیریہ ج ۱ ص ۲۷)

جب ہندوستان کے مسلمان انگریز کی مخالفت میں ۱۸۵۷ء میں سروں پر کفن باندھ کر میدانِ عمل میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے انہی میاں صاحب نے ایک انگریز زخمی میم کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ پورے تین ماہ تک اس کی خدمت کی۔ جب انگریز نے اپنے خلاف بپا ہونے والی اس مزاحمت کو پوری طرح کچل دیا۔ میاں صاحب نے اس واقعہ کو خود بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

"جب پوری طرح امن وامان بحال ہوگیا اور حالات نارمل ہوگئے تب اس نیم جان میم کو جو اب تندرست وتوانا ہوچکی تھی انگریزی کیمپ میں پہنچا دیا جس کے عوض میں ایک ہزار تین سو روپیہ اور ایک سرٹیفکیٹ ملا۔"

(مقدمہ فتاوٰی نذیریہ ج ۱ ص ۲۹)

میاں نذیر حسین دہلوی نے بھی وہابیت کو تقویت پہنچانے میں اہم

کردار ادا کیا۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صاحب بھی شاہ اسحٰق دہلوی کے شاگرد بیان کیے جاتے ہیں۔ آدمی ذہین تھے۔ پھرتے پھراتے ریاست بھوپال پہنچ گئے، وہاں سرکاری ملازم ہوگئے، پھر انگریزوں کی مرضی واجازت سے ان کی شادی ریاست کی والیہ سے ہوگئی۔ نواب صاحب خود لکھتے ہیں:

جب دوسرا سال گزرا رئیسہ معظمہ نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت وافتخار بخشا اور یہ امر باطلاع گورنمنٹ عالیہ وحسب مرضی سرکار انگلشیہ ظہور میں آیا۔ اور یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج وعزت روزافزوں کا ہوا اور چوبیس ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرفراز حاصل ہوئی اور خلعت گرامی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ وفیل وچنور وپالکی وشمشیر وغیرہ عنایت ہوا۔ بعد چندی خطاب نوابی وامیر الملکی و والا جاہی افیر شلنگ سے سربلندی عطا فرمائی اور اقطاع یک لک روپیہ سال اوپر مزید مرحمت ہوئے غرض وہ آزادی قدیم اب بصورت رقیت متبدل ہوگئی۔

(ترجمان وہابیہ ص ۲۸)

انگریز کی اجازت ورضامندی سے ہونے والے اس نکاح کے بعد

نواب صاحب پر دولت کی بارش رہنے لگی۔ پھر اسی دولت سے وہابی لٹریچر کی بھرمار ہوگئی اور نواب صاحب کی وجہ سے بھی "وہابیت" کو تقویّت حاصل ہوئی۔

مولوی محمد حسین بٹالوی

مولوی محمد حسین بٹالوی بھی وہابیوں کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے انگریز حکومت کی تحریر و تقریر کے ذریعہ بہت خدمت کی، بہت ہوشیار اور معاملہ فہم آدمی تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ لفظ "وہابی" سے مسلمانانِ ہند کو بے پناہ نفرت ہے تو انہوں نے انگریز حکومت کو درخواست دے کر اپنا نام "وہابی" کی بجائے "اہلحدیث" الاٹ کرایا۔

نواب صدّیق حسن خاں لکھتے ہیں:

چنانچہ دعویٰ ارسال رسل مولوی محمد حسین کا سرہنری وپولیس لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک پنجاب کے اجلاس میں پیش کیا گیا تھا بجواب درخواست مذکور لیفٹیننٹ گورنر صاحب موصوف نے مولوی محمد حسین کا شکریہ خیر خواہی ادا کیا لیکن کسی مصلحت سے ایلچی کا روانہ کرنا پسند نہ کیا بعد اس کے فرقہ موحدین لاہور نے صاحب بہادر موصوف کی روبکاری میں استدعاء پیش کی کہ موحدین جو لفظ بدنام وہابی سے پکارے جاتے ہیں اور اطلاق

اس لفظ کا عامۃ موحدین پر کیا جاتا ہے سو بطور سرکاری اشتہار دیا جائے کہ آئندہ فرقہ ہائے موحدین لفظ بدنام وہابی سے نہ مخاطب کیے جائیں۔ چنانچہ لیفٹیننٹ گورنر صاحب بہادر موصوف نے اس درخواست کو منظور کیا، اور پھر ایک اشتہار اس مضمون کا دیا گیا کہ موحدینِ ہند پر شبہ بدخواہی گورنمنٹ ہند عامۃ نہ ہو اور خصوص جو لوگ کہ وہابیان ملک ہزارہ سے نفرتِ ایمانی رکھتے ہوں اور گورنمنٹ ہند کے خیر خواہ ہیں ایسے فرقہ موحدین مخاطب بہ وہابی نہ ہوں...... غرضیکہ مولوی محمد حسین کا طریق یہ ہے کہ موحدین لفظ وہابی سے نہ پکارے جائیں۔ اور خصوصی جو یہ لفظ علامت بدخواہی گورنمنٹ ہند میں مشہور ہے اس لیے اس لفظ کا اطلاق خیر خواہان گورنمنٹ ہند پر متروک ہو۔ فرقہ موحدین مقلد فرقہ نہیں اور لفظ وہابی نسبت تقلید کو ثابت کرتا ہے۔ تمام ہوا ترجمہ گزٹ مذکور کا۔

(ترجمان وہابیہ ص ۶۲ - ۶۳)

مولوی ثناء اللہ امرتسری

وہابیوں کے مشہور مناظر گزرے ہیں۔ احسان الٰہی ظہیر امرتسری کے متعلّق لکھتا ہے:

شیخ الاسلام والمسلمین، وکیل ملّتِ اسلامیہ، مناظرِ اسلام جن کے متعلّق

شیخ رشید رضا مصری نے کہا تھا: "الرجل الالٰھی فی الھند"

جنہوں نے باطل فرقوں، قادیانیوں، آریہ، ہندو، مجوس اور عیسائیوں وغیرہم کے مُنہ میں سکوت کی لگام ڈال دی تھی۔

(البریلویۃ ص ۱۷۸)

امرتسری صاحب نے قادیانیوں کی مخالفت میں کافی شہرت پائی ہے۔ لیکن مقامِ حیرت ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی کسی کتاب میں قادیانیوں کی تکفیر نظر سے نہیں گزری۔ جب کہ اس کے برعکس ایسی عبارتیں نظر سے گزری ہیں جن سے قادیانیوں کا مُسلمان سمجھا جانا مترشح ہوتا ہے۔ مثلاً جب حافظ عبدالقادر روپڑی موجودہ امیر جماعت اہل حدیث کے چچا حافظ عبداللہ روپڑی کے ساتھ امرتسری کی چپقلش زیادہ ہی بڑھ گئی تو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا نام "مظالم روپڑی بر مظلوم امرتسری" رکھا۔ اس میں یوں تحریر کیا:

حافظ صاحب! آپ مجھ پر نہیں بلکہ اہلِ حدیث کے حال پر رحم فرما کر حدیث پیش کرتے ہوئے منکرینِ حدیث کے حملوں کا خیال رکھا کریں۔ کیوں؟ اس لیے کہ دُشمن در کمین است کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ رسُول خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کفّار کو بھی کھانا کھلایا تھا اور غریب یہودیوں کو صدقہ بھی دیا تھا۔

لطیفہ: حافظ عبداللہ اور ان کے نامہ نگار کے نزدیک متّقی کا دائرہ اتنا تنگ نہ ہوگا۔ غیر مُسلم تو متّقی کی تعریف سے بالبداہت خارج ہیں مسلم فرقوں میں رافضی، خارجی، معتزلہ، جہمی، قادیانی، عرشی، فرشی وغیرہ سب لوگ غیر متّقی ہیں۔ البتہ متّقی ہیں تو حافظ صاحب اور ان کے نامہ نگار یا ان کے اہلِ بیت دگر ہیچ۔ پس آپ کی زکوٰۃ اور صدقہ تو صرف اپنے ہی اہلِ بیت کے لیے مخصوص ہوگا۔ شاید اس پنجابی مثل کے یہی معنی ہیں۔

"اناں ونڈے شیرینی مُڑ مُڑ گھر دیانوں"

(مظالم روپڑی بر مظلوم امرتسری ص ۳۷)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم۔

ظہیر کے شیخ الاسلام کے نزدیک بعض رافضی اور بعض قادیانی بھی متّقی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ تقویٰ کی پہلی شرط ہی ایمان ہے۔ ہمارے نزدیک تو رافضی اور قادیانی خواہ لاکھ نماز، روزہ، تلاوت وغیرہ عبادات بجالائیں نہ ان کی عبادت قبول اور نہ ہی دولت تقویٰ انہیں حاصل۔ کیونکہ ان میں ایمان ہی سرے سے مفقود ہے۔

سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہلحدیث ہند لاہور عبدالعزیز صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آپ نے چکڑالویوں کی صدارت میں تقریر کی مناظرہ کیا اس سے آپ

چکڑالوی کیوں نہیں ؟

آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی آپ مرزائی کیوں نہیں ؟ آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے اس سے آپ خود مرزائی کیوں نہیں ؟ آپ نے مرزائیوں کو عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ مرزائی کیوں نہیں ؟

(فیصلہ مکہ ص ۳۶)

ایک اور مشہور وہابی مولوی عبدالاحد خانپوری لکھتے ہیں :

اہلِ ایمان کو جاننا چاہیے کہ ضلال یعنی گمراہی دو قسم کی ہوتی ہے ایک افراط محبت وتعظیم میں اور غلو اعتقاد میں جیسے ضلال نصاریٰ اور غالین فی المخلوق مثل ضلال عباد قبور و قباب ان کی اصلاح ممکن ہے۔ اگر ان کی تعظیم کم ہو کر اعتدال پر آجاوے تو مہتدی یعنی با ہدایت ہو جاویں۔

دُوسری وُہ گمراہی جو بے اعتقادی کے سبب سے ہو کہ نہ اللہ پر اعتقاد ہو نہ ملائکہ پر نہ کتب سماویہ پر، نہ رسُولوں پر نہ روزِ قیامت پر نہ تقدیر پر جیسے ملاحدہ ، زنادقہ ، نیچریہ ، مرزائیہ ، قرامطہ ، باطنیہ ، اسمٰعیلیہ ، نصیریہ فلاسفہ ، دھریہ وطبائعین کہ یہ لوگ اکفر ہیں۔ یہُود و نصاریٰ سے ان کی اصلاح کی کوئی اُمید نہیں ہے۔

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا

لہٰذا فقہاء اسلام نے فتویٰ دیا کہ زنادقہ کی توبہ نہیں قبول کی جاتی

ان کی سزا قتل ہی ہے بعد از اخذ کسی صُورت وُہ قتل سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ ان کی ہدایت کی کوئی اُمید نہیں۔ پس پہلی قسم یعنی غالین فی التعظیم کی مثال کچّی روٹی کی ہے۔ اس کی اصلاح ہوسکتی ہے اور دُوسرے قسم یعنی زنادقہ کی مثال جلی ہوئی روٹی کی ہے کہ اس کی اصلاح کسی صُورت سے نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ان کو قتل ہی کر دینا چاہیے تاکہ عباد و بلاد ان کے شر کے زہر سے بچیں اور ان پر نمازِ جنازہ بھی نہ پڑھی جاوے اور ضلال ثناء اللہ کشمیری قسم دوم سے ہے۔ یعنی بے اعتقادی کی وجہ سے۔ پس اسکی اصلاح ممکن نہیں۔

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ فَقَطْ وَالسَّلَامُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کَتَبَہٗ اَصْغَرُ الْعِبَادِ وَاَضْعَفُھُمْ عَبْدُ الْاَحَدِ خَانْپُوْرِیْ مُقِیْمُ رَاوَلْپِنْڈِی مَحَلّہ تالاب پختہ۔ دِیْبَاچَۃُ الْفَیْصَلَۃِ الْحِجَازِیَّۃِ السُّلْطَانِیَّۃِ۔

مولوی احسان الٰہی ظہیر

یہ پاکستان کی جمعیّت اہلِ حدیث کا ناظمِ اعلیٰ منتخب ہوا۔ اسی نے عرب ریاستوں میں اہلِ سُنّت کو بدنام کرنے کے لیے کذب و افتراء کا پلندہ "البریلویہ" نامی کتاب کی صُورت میں تحریر کیا۔ ہم اس کے متعلق

یہاں باب نمبر ا میں اسی کے ایک ہم مسلک وہابی مولوی کی تحریر پیش کر دیتے ہیں تاکہ اس کا کردار بھی واضح ہو جائے ۔ حافظ عبدالرحمٰن مدنی لکھتے ہیں :

ع لو آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

دُوسروں کو کیوں مرواتے ہو ۔ خود میدان میں آؤ ! اگر کبھی سچ کہا یا لکھا ہوتا تو چھپ کر تخریب کاری نہ کرتے ۔ احسان الٰہی ظہیر کے لیے چیلنج مباہلہ ۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ احسان الٰہی ظہیر جس نے چند سال قبل بیت اللہ پر یلغار کرنے والے باغیوں کی حمایت میں پُر زور آواز بلند کی تھی ۔ حتّٰی کہ روزنامہ مشرق لاہور نے اس کے بیان کی بنیاد پر فوری ضمیمہ بھی شائع کر دیا تھا ۔ اس کے سر پرستِ خاص مصر کے عبدالرحمٰن عبدالخالق نے مُجھ سے پچاس لاکھ روپے رشوت حاصل کرنے کی کوشش کی ۔ تو میں نے سعودی سفارتی نمائندوں کے سامنے اس کے اس رشوت مانگنے کے واقعہ کی صداقت ثابت کرنے کے لیے اسے مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جسے نہ صرف قبوُل نہ کیا گیا بلکہ اس شخص نے مجلسوں سے راہِ فرار اختیار کر لی تھی ۔ پھر جب مرکزی جمعیّت اہلحدیث پاکستان کے خلاف تخریب کاری کی سازش کرتے ہوتے اسی وفد نے نام نہاد ثالثی فیصلہ کے حربہ سے جماعت اہلحدیث کی تباہی کے ذمّہ دار احسان الٰہی ظہیر کو ایک تحریر لکھ کر دی تو شکریہ کے

طور پر احسان الٰہی ظہیر نے اپنے حواریوں کے ہاتھوں ریشمی تھانوں کے گٹھڑ اسے تحفوں کے نام پر رشوت میں پیش کیے ۔ چنانچہ وفد نے اسے قبوُل کر کے اپنے رشوت لین دین کے کاروبار پر مُہر ثبت کر دی ۔ جس کا کچّا چٹھّا " اہلحدیث " کے ذریعہ قارئین کے سامنے آچکا ہے ۔ تو احسان الٰہی ظہیر نے اپنے اور اپنے سر پرستوں کے کرداروں پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے دفتر کے ایک ادنٰی ملازم کے نام سے مباہلہ کی تحریر ادارتی کالموں میں شائع کی ہے یہ تحریر سابقہ شمارہ ہفت روزہ " الاسلام " مورخہ ۱۵-۲۲ ؍ جون ۱۹۸۴ءِ کی تحریر کی طرح اس بات کا مُنہ بولتا ثبوت ہے کہ یہ سب تخریب کاری اپنے حق میں بلند بانگ دعووں اور اپنے مُنہ میاں مٹھّو بننے کے علاوہ اپنے زیرِ اہتمام پرچے میں دُوسروں کے نام سے اپنی تحریر شائع کر کے یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش بھی ہے کہ پاکستان میں اس شخص کا کوئی معقول آدمی ساتھی یا حمایتی بن سکتا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا اس شخص کی محبّت میں نہیں بلکہ اس کے شر سے بچنے کے لیے اسے سلام کرنے کی روادار ہے ۔ چنانچہ اس کے چھچھورے پن کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں کو گالیاں دیتا ہے جس کا علم اس شخص کو بھی ہے جس کے نام سے اس نے یہ مباہلہ کی تحریر خود لکھ کر شائع کروائی ہے ۔ بلکہ اسے اس کا تجربہ بھی ہوگا ۔ مدینہ یونیورسٹی کے سینکڑوں

فارغ التحصیل پاکستانی علماء میں سے کسی ایک سے بھی اس کا کردار ڈھکا چھپا نہیں ہے اور جھوٹی شہرت کے لیے اس کی طرف سے ہر طرح کے ہتھکنڈے ان علماء کے زبانِ زدِ عام و خاص ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۹۶۶ء میں مدینہ یونیورسٹی میں پاکستانی سٹوڈنٹس یونین کے انتخابات ہوئے تو یہ شخص عہدے کے حصول کے لیے امیدوار بنا۔ لیکن شدید عصبیّت کے پروپیگنڈے کے باوجود اہلحدیثوں نے ہی اسے ووٹ نہ دیے۔ حالانکہ کئی اہلحدیث ساتھیوں نے اہلحدیث ہونے کے ناطے اس کے لیے حمایت حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن حیرت ہوتی تھی کہ طلباء اس کے نام سے بھی الرجک ہیں۔

پھر اگلے ہی سال جب ضابطہ کے تحت میں بھی یونین کا عہدیدار بن سکتا تھا (کیونکہ یونین کے قواعد و ضوابط کے مطابق یونیورسٹی کے کلیات میں دو سال گزارنا شرط تھا) مجھے **اللہ** کے فضل و کرم سے یہ اعزاز حاصل ہوا کہ یونیورسٹی کے پاکستانی طلباء نے مجھے بالاتفاق اپنا صدر منتخب کیا اور حافظ ثناء اللہ مدنی کو نائب صدر۔ یہاں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ یہ انتخاب میری کسی کنویسنگ یا خواہش کے بغیر بلا مقابلہ ہوا تھا حتیٰ کہ انتخاب کے وقت تک مجھے یہ بھی علم نہ تھا کہ یوں میرا نام پیش ہوگا اور مجھے صدر منتخب کر لیا جائے گا۔ یہ حقیقت محض اس لیے بیان

کر دی ہے کہ چونکہ پاکستان میں میری دینی اور علمی سرگرمیوں پر حرف گیری نہ ہو سکتی تھی لہٰذا اس شخص نے مدینہ یونیورسٹی میں میری پوزیشن کو مجروح کرنے کے لیے میرے فیل ہونے کا سو فیصد جھوٹ بہتان باندھا اور میری "مدنی" نسبت پر اپنے بغضِ باطن کا اظہار کیا ہے۔ ورنہ مجھے اس شخص کی طرح کبھی یہ شوق نہیں چرایا کہ اپنی ناموری کے لیے گپیں ہانکوں، اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے دستخط سے شائع کراؤں، یا سستی شہرت کے لیے دوسروں کو مطعون کروں ہاں اب تحدیثِ نعمت کے طور پر اس شخص کے پروپیگنڈہ کو غلط ثابت کرنے کے لیے اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ بحمد للہ نہ صرف پاکستان کے دینی مدارس اور عصری یونیورسٹیوں میں مجھے اعلیٰ پوزیشن حاصل ہوئی بلکہ مدینہ یونیورسٹی کے امتحانات میں ایسے مواقع بھی آئے کہ میں نے ۶۳ ملکوں کے طلباء سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یا دوسروں سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں۔ اس سلسلہ میں مَیں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں۔ بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الٰہی ظہیرؔ کے لیے عربی اُردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الٰہی ظہیر ان کا نام دیے بغیر اپنے

نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ کیا دُنیا اس پر توجّہ نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو، اس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اس کے نام سے شائع ہوں؟

جہاں تک اس کی عربی دانی کا تعلّق ہے اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شاذ ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا۔ چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الٰہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ جب کہ یہ شکایت اس کی کتابوں میں اُردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اُردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو یونہی عربی عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔ پھر یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ ہر کتاب کے اُوپر احسان الٰہی ظہیر کے تعارف کے لیے بہترین الفاظ (رئیس التحریر مجلہ ترجمان اہلحدیث لاہور پاکستان)، طبع کیے جاتے ہیں۔ اور کون اس سے واقف نہیں کہ مجلہ ترجمان اہلحدیث سالہا سال تک نہ صرف اپنے رئیس التحریر کی کاوش سے خالی رہتا ہے بلکہ مہینوں یہ بیچارہ ان رئیس التحریر صاحب کی زیارت کے شرف سے بھی محروم ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی حالت کا نقشہ قرآن مجید نے یوں کھینچا ہے: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا أَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ

أَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ۔ (پارہ ۴ آل عمران ۱۸۸)

اے میرے نبی جو لوگ اپنے کیے پر اتراتے ہیں اور یہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی اس کام پر تعریف کی جائے جسے انہوں نے نہ کیا ہو، تو آپ انہیں ہرگز عذابِ الٰہی سے کامیاب گمان نہ کیجیے۔

پھر مسجد چینیاں والی اور احسان الٰہی ظہیر کے سابق اہلِ محلّہ ان دنوں کو نہیں بھولے، جب یہ شخص چھوٹے بچّوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر یہ سکھلایا کرتا تھا کہ مجھے "علاّمہ" کہا کرو۔ اور اب بھی اس شخص نے کسی کی اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار قرار دے رکھا ہے کہ کون اس کے نام سے پہلے "علاّمہ" لگاتا ہے اور کون نہیں لگاتا۔

بہرحال ان خود ساختہ علاّمہ صاحب کے کویتی سرپرستوں کو تو ہم نے مباہلہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مباہلہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بدنام زمانہ کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شاملِ مباہلہ کرتے ہیں یعنی:

ا۔ کیا ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض بھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت یا برائے نام قیمت پر کئی پلاٹ اور کاروں کے پرمٹ حاصل نہ کیے تھے؟

۲- یورپ کے نائٹ کلبوں میں پاکستان کے یہ علّامہ صاحب رئیس التحریر مجلہ ترجمان الحدیث کیا گُل کھلاتے رہے ہیں؟

۳- اس شخص کے وُہ راز ہائے دروں جو اس کی جلوتوں اور خلوتوں کے امین ساتھیوں کی شہادتوں سے منظرِ عام پر آنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں کیا یہ ان کی صداقت کے خلاف مباہلہ کر سکتا ہے؟

۴- اپنے گھر میں جوان نوکرانیوں کے قصّوں کے بارے میں مباہلہ کی جرأت پاتا ہے؟

۵- حکومت عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کس کارِ خیر کے سلسلہ میں وصُول فرماتے تھے؟

۶- حکومتِ سعودیہ کو ورغلانے کے لیے موجودہ حکومتِ پاکستان کی شیعہ حمایت کے بے بُنیاد قصّوں کے محاسبہ اور دونوں حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے متضاد کردار کو بھی شاملِ مباہلہ فرما لیجیے۔

۷- شاہی مسجد لاہور کے حالیہ واقعہ "یارسُول اللہ کانفرنس" کے سلسلہ میں حکومتِ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے حکومتِ سعودیہ کو رپورٹیں دینے اور کویتی وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوانِ مباہلہ کا شرف عنایت کیجیے۔

۸- "البریلویہ" کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانے

پر اشاعت لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد جسے اخبارات نے "سہ جماعتی اتّحاد" کا نام دیا۔ اسی طرح "الشیعہ والسنّۃ" لکھنے کے باوجود شیعہ علماء کے لیے عرب ممالک کے ویزے کے لیے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ عہدیدار کی والدہ کی وفات کی رسمِ قل میں شرکت، لیکن سٹیجوں پر اس رسم کو بدعت قرار دینے کو بھی موضوع مباہلہ بنا لیجیے۔

۹- ریس کورس کے لیے گھوڑوں پر شرطیں باندھنے اور اس خلافِ اسلام کاروبار میں شرکت پر بھی مباہلہ کے سلسلہ میں نظرِ کرم ہو جائے۔

۱۰- کویتی وفد کی اعلیٰ حیثیّت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے کے تعاون کے اعلانات کے پسِ پردہ حالیہ حکومت پاکستان کے خلاف اسلام دُشمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔ آر۔ ڈی کو تقویّت بھی مباہلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا الزامات جناب علّامہ صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی حلقوں میں مشہور ہیں ان میں سے بعض رسائل وجرائد میں چھپ بھی چکے ہیں لیکن حقیقتِ حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک چُپ میں ہزار بلائیں ٹال دی گئیں۔ علاوہ ازیں ان جملہ 'خدمات' کے ثبوت کے عینی شاہد ان حضرات کے مُنہ پر یہ باتیں بیان کرنے کی خواہش

رکھتے تھے۔ لیکن چونکہ بات مباہلہ تک پہنچ گئی ہے اس لیے مباہلہ میں مولویت کے لبادے میں اس فتنہ پرور آدمی کے کردار سے پردہ اُٹھ ہی جانا چاہیے جس کے باعث جماعت اہلحدیث کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود بُری طرح انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہے

درحقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈ اور عینی گواہوں کی شہادتوں سے ثابت کیے جا سکتے تھے۔ لیکن احسان الٰہی ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گھناؤنے کردار کو چھپانے کے لیے خود پہلا وار کرنا مناسب سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا چیلنج دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک دھوکا ہے۔ "الاسلام" کی ساری عبارت پڑھ جائیے اس میں کوئی الزام بھی ایسا نہیں جس کے لیے مباہلہ درکار ہو۔ بلکہ ایسے الزامات کے لیے بیسیوں گواہان کا وجود ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے خلاف الزامات کے بارے میں دفاعی انداز اختیار کر کے جو شکست قبول کی تھی اسے مباہلہ کے جارحانہ چیلنج کے اندر چھپانے کی کوشش کی ہے جسے ہم بخوشی قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔

چنانچہ وُہ کویت کے اپنے سرپرستوں کو بھی مباہلہ میں

شرکت کے لیے بلا لے ہمیں یقین ہے کہ ان شاءاللہ اس مباہلہ کے ذریعے ہم سرخرو ہوں گے اور اس کے جھوٹوں اور بہتانوں نیز اس کے اپنے کردار پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان درازیوں کی ابتداء اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی اپنے انجام کو جلد ہی پہنچنا چاہتا ہے۔

—— حافظ عبدالرحمٰن مدنی ——

ہفت روزہ اہلحدیث لاہور

۳ر اگست ۱۹۸۴ء

باب ۲

بریلویت کیا ہے؟ کیا مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کسی نئے مذہب کے بانی ہیں؟

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنے بندوں کو جو دین عطا فرمایا اسے درجۂ کمال تک بھی پہنچایا۔ اس دین میں کوئی کمی اور نقص باقی نہ رہنے دیا۔ اس پر ارشادِ ربّانی :

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔

(پارہ ۶ المائدہ ۳)

شاہد ہے اب جو شخص بھی دینِ اسلام کو ناقص سمجھ کر اس میں کمی بیشی کو جائز سمجھتا ہے وُہ دائرہ اِسلام سے باہر ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک "بریلویت" کسی نئے دین و مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن و سُنّت کے صحیح مفہوم پر ٹھیک ٹھیک عمل کا نام ہی بریلویت

ہے۔ جو شخص ایک شوشہ برابر بھی قرآن و سُنّت کی مخالفت کرتا ہے ہمارے نزدیک وُہ سچّا بریلوی نہیں ہے۔

مخالفین کا طرزِ عمل

مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تابناک مساعی جمیلہ سے گھبرا کر مخالفین نے اعلیٰ حضرت اور ان کے مریدین، متوسلین اور شاگردوں کو صرف اور صرف بدنام کرنے کے لیے کہیں "رضاخانی فرقہ" کے نام سے یاد کرنا شروع کیا اور کہیں "بریلوی فرقہ" کے نام سے اور اس نام کو خُوب خُوب اچھالا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بے علم حضرات کو یہ تاثر دیا جائے کہ یہ نیا فرقہ ہے۔ لیکن چونکہ اس عظیم المرتبت شخصیّت کی تعلیمات و کردار قرآن و سُنّت کا چلتا پھرتا نمونہ تھا۔ عشق رسالتمآب[1] کا مجسّمہ عوام کو اعلیٰ حضرت کی ذات میں نظر آیا اس لیے عشّاق نے اس لقب کو اپنے لیے اعزاز سمجھا۔ اب ہم عشّاقان

مُسلم ہیں	کافروں کے مقابلہ میں ۔
اہلِ سُنّت ہیں	شیعوں اور بدعتیوں کے مقابلہ میں ۔
بریلوی ہیں	گستاخانِ رسُول کے مقابلہ میں ۔

اسی لیے پُورے عالمِ اسلام میں آپ کو ان گنت اور بے شمار افراد

۱ صلی اللہ علیہ وسلم

ایسے ملیں گے جن کے معمولات اور عقائد وہی ہیں جو اعلیٰ حضرت کے ہیں۔ خواہ انہوں نے "مولانا احمد رضا خاں" نام بھی نہ سُنا ہو۔

معلوم ہُوا بریلویت نہ تو کوئی نیا مذہب ہے اور نہ ہی نیا فرقہ۔ خود احسان الٰہی ظہیر کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ وُہ لکھتا ہے:

اَنَّهَا جَدِيْدَةٌ مِّنْ حَيْثُ النَّشْأَةِ وَالْاِسْمِ وَمِنْ فِرَقِ شِبْهِ الْقَارَةِ مِنْ حَيْثُ التَّكْوِيْنِ وَالْهَيْئَةِ وَلٰكِنَّهَا قَدِيْمَةٌ مِّنْ حَيْثُ الْاَفْكَارِ وَالْعَقَائِدِ۔

یہ جماعت انہی پیدائش اور نام اور برصغیر کے فرقوں میں سے اپنی شکل وشباہت کے اعتبار سے اگرچہ نئی ہے لیکن افکار اور عقائد کے اعتبار سے قدیم ہے۔

(البریلویۃ صفحہ ۷)

اس عبارت میں چونکہ ظہیر نے اہلِ سُنّت وجماعت بریلوی حضرات کو افکار وعقائد کے اعتبار سے پُرانی جماعت تسلیم کر کے خود اپنی پُوری کتاب کے مرکزی نقطہ (بریلوی نیا فرقہ) کو غلط قرار دیا تھا اسی لیے استاذ العلماء حضرت علاّمہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے اس پر بڑی خوبصورت گرفت اپنی کتاب "اندھیرے سے اُجالے تک" کے صفحہ ۱۱ پر فرمائی۔ چونکہ یہ گرفت لاجواب تھی اس لیے ظہیر کی اس کتاب کا

مترجم ثاقب ولکنها قدیمة من حیث الافکار والعقائد کا ترجمہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گیا۔

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی بریلویوں کے عقائد کو نیا تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے چنانچہ وُہ لکھتے ہیں:

امرتسر میں مُسلم آبادی، غیر مُسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسّی سال قبل پہلے سب مُسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔

(شمع توحید ص ۴۰)

معلوم ہُوا کہ ہم اہلِ سُنّت وجماعت تو اپنے افکار وعقائد کے اعتبار سے قدیم ہیں لیکن وہابی ٹولہ ایک نیا فرقہ ہے جس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہُوا ہے۔ ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ہر آدمی خود کر سکتا ہے کہ آپ جس بھی وہابی کو دیکھیں گے یا تو وُہ خود پہلے سُنّی ہوگا یا اس کا باپ وگرنہ اس کا دادا ضرور سُنّی ہوگا۔ شاید ہی کوئی ایسا وہابی برصغیر میں آپ کو نظر آئے گا جو مسلسل سات آٹھ پشتوں سے وہابی ہو۔

جب کہ الحمدللہ اس برصغیر میں اسلام لانے والے، اس کی تبلیغ کرنے والے سب کے سب مُسلمان یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کہنے والے تھے۔ ایصالِ ثواب کے قائل تھے اور بیس ۲۰ رکعت تراویح پڑھنے والے تھے۔

امامِ اہلسنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں

بریلوی قدّس سرّہٗ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مخلوقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ نے خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت ختم ہو گئی۔ اب کسی کے سر پر نبوّت کا نورانی تاج نہیں رکھا جانا تھا۔ لیکن مخلوقِ خدا تک **اللہ** اور اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچنا تھا۔ اس مقدّس مشن کے لیے علماء کرام کا انتخاب بارگاہِ قدس سے ہوا۔ علماء کرام علماء حقہ اپنی اپنی ہمّت اور استعداد کے مطابق تبلیغ فرماتے رہے اور فرماتے رہیں گے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اسی مقدّس سلسلہ کی ایک عظیم کڑی کی عظمت زبانِ نبوّت سے یوں بیان ہوئی:

إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ
مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا ۔

بیشک **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ ہر صدی میں ایسی شخصیت پیدا فرماتا رہے گا

جو دین کی تجدید فرمائے گا (یعنی دین کے چہرہ کو جہالت اور بدعت کے گرد و غبار سے صاف کر کے اصل دین پیش کرے گا۔

(ابوداؤد شریف ج ۲ ص[1] ۲۳۳ اوّل کتاب الملاحم)

ایک وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

(عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ) أَيْ اِنْتِهَائِهِ أَوِ ابْتِدَائِهِ إِذَا قَلَّ الْعِلْمُ وَالسُّنَّةُ وَكَثُرَ الْجَهْلُ وَالْبِدْعَةُ (مَنْ يُّجَدِّدُ) مَفْعُوْلُ يَبْعَثُ (لَهَا) أَيْ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ (دِيْنَهَا) أَيْ يُبَيِّنُ السُّنَّةَ مِنَ الْبِدْعَةِ وَيُكْثِرُ الْعِلْمَ وَيَنْصُرُ أَهْلَهٗ وَيَكْسِرُ أَهْلَ الْبِدْعَةِ وَيُذِلُّهُمْ قَالُوْا وَلَا يَكُوْنُ إِلَّا عَالِمًا بِالْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ

ہر صدی میں یعنی صدی کی انتہا یا ابتدا میں جب علم اور سُنّت کی قلّت ہو جائیگی اور جہالت اور بدعت کی کثرت ہو گی ---- (من یجدد) یبعث کا مفعول ہے۔ (لھا) اس ھا ضمیر کا مرجع (ھذہ الامۃ) ہے۔ (دینھا) یعنی سُنّت کو بدعت سے الگ کر دے گا۔ علم کی بہت زیادہ اشاعت کرے گا۔ اہلِ علم کی نصرت کرے گا۔ اہل بدعت کی قوّت کو توڑے گا اور انہیں ذلیل کر کے رکھے گا۔ علماء کرام فرماتے

[1] باب ما یذکر فی قرن المائۃ حدیث نمبر ۴۲۹۱

ہیں کہ مجدّد صرف وُہ ہوگا جو کہ علومِ دینیہ، علومِ ظاہرہ کا بھی عالم ہوگا اور علومِ باطنہ کا بھی (یعنی شریعت و طریقت کا جامع ہوگا)۔

(عون المعبود شرح ابُوداؤد ج ۴ ص ۱۷۸)

وہابی عالم کی مندرجہ بالا عبارت کو پڑھیے تو آپ کے ذہن میں فوراً چند باتیں واضح ہوں گی۔

۱۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ہر صدی کی ابتداء یا انتہاء میں ایک مجدّد پیدا فرمائے گا۔

۲۔ یہ مجدّد سُنّت کے چہرہ سے بدعت کو نوچ کر پھینک دے گا۔

۳۔ علمِ دین کی بہت زیادہ اشاعت کرے گا اور اہلِ علم کی نصرت فرمائے گا۔

۴۔ اہلِ بدعت کی شوکت و قوّت کو توڑ کر رکھ دے گا اور انہیں ذلیل و خوار کرے گا۔

۵۔ علومِ دینیہ ظاہرہ کا بھی عالم ہوگا اور علومِ دینیہ باطنہ کا بھی۔ یعنی صدی کا مجدّد بیک وقت جیّد عالمِ دین بھی ہوگا اور ولی کامل بھی۔

تیرھویں صدی کی انتہاء میں برِصغیر میں جہالت اور بدعت مختلف رنگوں میں پُورے جوبن پر تھی کہ خداوندِ قدّوس نے اُمّتِ مُسلمہ پر رحم فرمایا اور ۱۰ رشوال ۱۲۷۲ھ میں ایک عظیم شخصیّت پیدا ہوئی جس نے علمِ دین کی بے پناہ خدمت کی بدعت اور جہالت کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیئے۔

یہ شخصیّت، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجدّدِ دین و ملّت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہوئی۔

ہم اس باب میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ کے کمالات اور کارناموں پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتے۔ جو حضرات فاضل بریلوی کے تجدیدی کارناموں سے آگاہی حاصل کرنا چاہیں وُہ استاذ العلماء علاّمہ عبدالحکیم شرف قادری اور پروفیسر ڈاکٹر محمّد مسعود احمد صاحب کی تالیفات کے علاوہ "انوارِ رضا"، "فاضل بریلوی اور امورِ بدعت" وغیرہ کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور ظہیر

امام احمد رضا خاں کے عشقِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) علمی تجدیدی کارناموں نے بارگاہِ قدس میں بھی قبولیت حاصل کی اور عوام النّاس کے قلوب بھی ان کی محبّت و عقیدت کے والہانہ جذبات سے لبریز ہو گئے۔ سامراج چونکہ امام احمد رضا خاں کے ہاتھوں بُری طرح پٹ چکا تھا، ذلیل و خوار ہو چکا تھا۔ اس لیے اس کا دل امام احمد رضا کی یہ مقبولیت دیکھ کر جل اُٹھا۔ اس سامراج بدعت کی نگاہیں کسی ایسے ایجنٹ کی تلاش میں اُٹھیں جس میں شرم و حیا کا نام نہ ہو۔ اس مقصد کے لیے نگاہِ انتخاب ظہیر کی طرف اٹھی۔ کروڑوں ریال اس کی جھولی میں ڈال

کر کہا گیا چل بیٹا اُٹھ اور جس طرح بھی ہو سکے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو بدنام کر کے رکھ۔ اس نے بھی "بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن" پر عمل کیا۔ وہابیت اور سامراج ایجنیٹ نے مل کر کذب و افترا کے سانچے میں ڈھال کر "البریلویۃ" نامی کتاب تیار کی اور امام احمد رضا قدس سرہٗ پر مندرجہ ذیل اعتراضات کیے:

۱۔ امام احمد رضا خاں کا رنگ کالا تھا۔ ایک آنکھ بھی بے نور تھی۔

۲۔ بہت زیادہ غصّہ ور تھے۔

۳۔ انگریز کے ایجنٹ تھے۔

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا غلام قادر بیگ کے شاگرد تھے۔
(اس لیے قادیانی اور بریلوی ایک ہی چیز ہیں)۔

۵۔ اصل میں یہ شیعہ تھے تقیہ کر کے سُنّی بنے رہے۔

۶۔ بریلوی امام احمد رضا کو معصوم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عصمت خاصۂ نبوّت ہے اس طرح یہ لوگ در اصل اپنے امام کو نبی سمجھتے ہیں۔

یہ چند موٹے موٹے اعتراضات ہیں جو ظہیر نے امام احمد رضا کی ذات پر کیے باقی کتاب میں اس نے اہلسنّت کو مشرک اور بدعتی ثابت کرنے کی نہایت بھونڈی کوشش کی۔

اِن شاء اللہ آپ آئندہ اوراق میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ امام کا دامن

ان تمام اعتراضات سے پاک ہے۔ ظہیر کے الزامات کی دھجیاں بھی آپ فضائے آسمانی میں اُڑتی دیکھیں گے اور آپ کا دل گواہی دے گا کہ واقعی یہ لوگ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے سچے غلاموں کی حزب اختلاف ہیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی شکل و شباہت

نظریاتی لوگ جب بھی کسی شخصیّت کو موضوعِ سخن بناتے ہیں تو اس کے کردار، نظریات اور افکار سے بحث کرتے ہیں، نہ کہ اس کی شکل و شباہت سے۔ خصُوصًا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں۔ دینِ اسلام میں اگر سُرخ و سپید رنگ فخر و مرتبہ کا اور سیاہ رنگ ذلّت و رسوائی کا سبب ہوتا تو ابولہب ملعون جو رنگ و روپ میں اپنی مثال آپ تھا کبھی مردود نہ ٹھہرتا اور نہ ہی حضرت سیّدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ جن کا رنگ کالا تھا کبھی خُدا[1] اور رسُول کی مقدّس بارگاہوں میں محبُوب ٹھہرتے۔

اگر ظاہری آنکھوں کی موجودگی قربِ خُداوندی کی دلیل ہوتی اور آنکھوں کا نابینا ہونا خُداوند قدّوس کی بارگاہِ اقدس سے بُعد کی دلیل ہوتا تو نہ ابوجہل مردود ہوتا اور نہ ہی حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ جنّت کے حقدار ہوتے۔

[1] جلّ جلالہٗ ۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم

خُداوندِ قدّوس ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ۔

(پارہ ۲۶ حجرات ۱۳)

بیشک **اللہ** کے ہاں تم سب میں سے عزّت والا وہی ہے جو تم سب میں زیادہ متّقی ہے۔

خود سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ ۔

بیشک **اللہ** تعالیٰ جَلَّ جَلَالُہٗ نہ تو تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہاری صُورتوں کو لیکن وُہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

(مُسلم شریف ج۲ [1] ص ۳۱۷، مطبوعہ نُور مُحمّد کراچی حدیث نمبر ۶۴۲۵)

اگر ظہیرؔ کے دل میں قرآن وسُنّت کی وقعت ہوتی تو مندرجہ بالا نصوص کے پیشِ نظر وُہ امام احمد رضا قدّس سرّہٗ کے جسم مُبارک اور شکل نورانی کے متعلّق یوں گوہر فشانی نہ کرتا۔ لیکن سچ ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ۔

اگر شکل وشباہت اور رنگ و رُوپ ہی حق وصداقت کا معیار ہیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت اہلسُنّت وجماعت کی قیادت قائدِ اہلِ سُنّت مولانا شاہ احمد نُورانی اور مجاہدِ ملّت مولانا عبدالسّتّار خاں نیازی

[1] کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المُسلم

کے پاس ہے، کیا وہابی مولویوں میں کوئی بھی فرد حسن وجمال اور شخصی وجاہت میں ان کا ہم پلہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو کیا وہابی مولوی صاحبان مذہب اہلِ سُنّت کو برحق قرار دینے کے لیے تیار ہیں؟

آج بھی ہند و پاک کے اکثر وہابی مولوی صاحبان کا رنگ سُرخ وسپید نہیں بلکہ سیاہی مائل چہرے ہیں کہ لوگ دُور سے ہی ان کے چہروں پر پڑی ہوئی نحوست کو دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ شیخ نجدی کی ذرّیت چلی آرہی ہے۔

شیخوپورہ کا ایک وہابی مولوی فیصل آباد میں اولیاءِ کرام کی عظمت کے خلاف تقریر کر رہا تھا دورانِ تقریر اس نے کہہ دیا کہ "داتا کو کہو کہ میری ٹانگیں توڑ کر دکھائے" اس کا ایک چمچہ سُن کر زور سے بولا سُبحان اللہ تقریر کے بعد یہی وہابی مولوی اپنے اسی چمچہ کے ساتھ شیخوپورہ جانے کے لیے بس پر بیٹھا راستہ میں ایکسیڈنٹ ہوگیا اس مولوی محمّد حُسین شیخوپوری کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور اس چمچہ کی ایک۔

کیا ہمیں بھی اس واقعہ کے پیشِ نظر یہ کہنے کی اجازت ہے کہ وہابی مذہب جھُوٹا ہے۔ آج بھی سعودیہ کا سب سے بڑا مفتی اور ظہیر کا استاذ بن باز اپنے چند دُوسرے مفتیوں اور قاضیوں سمیت صرف ایک آنکھ ہی سے نہیں دونوں آنکھوں سے نابینا ہے۔ اور ثناءاللہ امرتسری و دیگر اکابر وہابیہ کا استاذ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بھی۔ تو کیا ہمیں بھی یہ الفاظ

تلاوت کرنے کی اجازت ہے ؟

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۔

(پ ۱۵ بنی اسرائیل ۔ آیت ۷۲)

استاذ العلماء حضرت علامہ اشرف قادری مدظلہ اس الزام کی بہت پہلے ہی یہ لکھ کر دھجیاں اڑا چکے ہیں۔

ڈاکٹر عابد احمد علی سابق مہتمم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔

منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے حلیہ مُبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے حضرت والا بلند قامت، خوبرو اور سُرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ داڑھی اس وقت سفید ہوچکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔

مشہور ادیب اور نقّاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا وہ لکھتے ہیں:

انکا نورِ علم ان کے چہرے بشرے سے ہویدا تھا۔ فروتنی، خاکساری کے باوجود ان کے رُوئے زیبا سے حیرت انگیز حد تک رُعب ظاہر ہوتا تھا۔

(اندھیرے سے اُجالے تک ص ۶۹)

جہاں تک امام کی ایک آنکھ کے بے نُور ہونے کے الزام کا تعلّق

ہے اس پر ہم سوائے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شدّت

امام احمد رضا رحمہ اللہ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ ان کے مزاج میں بہت شدّت تھی غصّہ میں بہت جلد آجاتے تھے۔

ہمیں تسلیم ہے کہ آپ کے مزاج میں شدّت تھی۔ لیکن یہ شدّت صرف اور صرف قرآن و سُنّت کے مخالفین کے لیے تھی خواہ مخالفین کا تعلّق کھلے کفّار سے ہو یا ان نام نہاد مُسلمانوں سے جو کلمہ طیبہ پڑھ کر شانِ الوہیت و رسالت میں توہین کے مرتکب ہوئے۔

ہاں ہاں وُہ ایسے ناہنجاروں کے لیے شمشیرِ بے نیام تھے، بے غیرت نہ تھے اور یہ شدت انہیں عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ورثہ میں ملی تھی انہی عاشقانِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشادِ ربّانی ہے:

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(پ ۲۶ الفتح ۲۹)

اور جو لوگ مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں وُہ کافروں پر بڑے سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

یہ عاشقانِ مصطفیٰ (علیہ السلام) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا مقدس گروہ تھے۔ آپس میں اگرچہ انتہائی رحم دل تھے لیکن جب عظمت محبوب کریم کا معاملہ ہوتا تو تنقیص کرنے والوں کے لیے انتہائی سخت مزاج ثابت ہوتے۔

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نرم دلی سے کون واقف نہیں لیکن صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعود ثقفی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے توہین آمیز لہجہ اختیار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق جیسا حلیم الطبع شخص بھی نہ رہ سکا اور جو کچھ فرمایا وہ ایک وہابی عالم صفی الرحمٰن مبارکپوری کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"اس پر حضرت ابوبکر نے کہا" "لات کی شرمگاہ کا لٹکتا ہوا چمڑا چوس"

(الرحیق المختوم ص ۵۵۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

کیا ظہیر اور اس کے حواری حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس غیرتِ ایمانی کو بھی عیب قرار دیں گے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو قتل کر دیا تھا۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

(تفسیر فتح القدیر[1] از قاضی شوکانی غیر مقلد ج ۱ ص ۴۸۴)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے ایک گستاخ رسول ابورافع یہودی کو قتل کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری[2] شریف ج ۲ ص ۵۷۷ مطبوعہ نور محمد کراچی)

۱؎ زیر آیت سورۃ النساء ۶۵ ۲؎ کتاب المغازی باب قتل ابی رافع حدیث نمبر ۴۰۳۹

اگر ظہیر کا فلسفہ تسلیم کر لیا جائے کہ غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ غصہ کی زیادتی کی دلیل ہے اور یہ عیب و نقص ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کیا فتویٰ صادر کیا جائے گا؟

اپنے موقف میں نرمی کا مطالبہ صرف ظہیر ہی نے نہیں کیا بلکہ کفارِ مکہ نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ

(پ ۲۹ القلم ۹)

اسی آیتِ کریمہ کا ترجمہ ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کے قلم سے ملاحظہ ہو:

چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا تو نرم ہو جائے تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔

(تفسیر ثنائی ص ۶۸۰)

معلوم ہوا کہ سچے مبلغ سے موقف میں نرمی کا مطالبہ کفار کا طریقہ ہے جب کہ گستاخانِ رسول کے مقابلہ میں سختی کرنا سنتِ صحابہ بھی ہے اور سنتِ الٰہی بھی۔

ولید بن مغیرہ کافر نے شانِ اقدس میں بک بک کی تو خداوند قدوس نے سورہ القلم کی مقدس آیات نازل فرمائیں جن میں پہلے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

کی شان بیان کی پھر گستاخوں کا ردِ بلیغ فرمایا۔ ان آیات بینات کا ترجمہ بھی مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

میں رحمٰن ہوں۔ قسم ہے قلم کی اور ہر اس چیز کی جو لوگ لکھتے ہیں۔ تو خُدا کے فضل سے مجنون نہیں ہے اور تیرے لیے دائمی بدلہ ہے اور تو اعلیٰ خلق پر قائم ہے تو بھی دیکھے گا اور یہ بھی دیکھیں گے کہ تم سے کس کو جنون ہے۔ یقیناً تیرا پروردگار ان لوگوں کو خُوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اور وُہ ہدایت یابوں سے خُوب واقف ہیں۔ پس تو جُھٹلانے والوں کا کہا نہ مانیو۔ چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا تو نرم ہو جائے تو وُہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔ قسم کھانے والے، ذلیل، اکسانے والے، ادھر ادھر لگانے والے کارِ خیر کو روکنے والے، حد سے تجاوز کرنے والے، بدکار، اکھڑ، علاوہ ازیں بدضمیر کی مت مانیو۔

(ترجمہ ثنائی، ص ۶۸۰)

امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ میں یہی غیرتِ ایمانی تھی جس نے شانِ الوہیت و شانِ رسالت میں توہین کرنے والوں کو بے نقاب فرمایا چونکہ یہ توہین کرنے والے ظہیر کے بزرگ تھے اس لیے ظہیر کو اس گرفت میں بھی عیب نظر آیا۔

۱۔ علماء اہلسنت کا کہنا تھا کہ چونکہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

ہیں اس لیے اب کوئی تمام صفات کمالیہ میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر کیسے ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اب جس کو بھی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک اور ہمسر مانا جائے گا اس کو نبی بھی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ خداوندِ قدوس "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" فرما کر سلسلہ نبوّت کو ختم فرما چکا ہے۔ تو اس کے جواب میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کہہ دیا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر، نبی اس دُنیا میں آ سکتا ہے۔ یہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ خُداوندِ قدوس اس بات پر قادر ہے کہ قرآن مجید کو لوگوں کے دلوں سے بالکل بُھلا دے۔ جب کسی بھی شخص کو قرآنِ حکیم کا ایک لفظ بھی یاد نہ ہو گا پھر سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کمالات میں مماثل اگر دُنیا میں آ بھی جائے تو کونسی نص کی تکذیب ہو گی۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِىِّ الْعَظِيْمِ۔

گویا اس امام الوہابیہ کے نزدیک خُداوندِ قدوس کی بات واقع میں تو جُھوٹی ہو سکتی ہے لیکن یہ جرم اس وقت ثابت ہو گا جب لوگ اس جُھوٹ پر مطلع ہوں۔ اب آپ دہلوی جی کی اصل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں:

"بعد اخبار ممکن ست کہ ایشاں را فراموش گردانیدہ شود، پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصی از نصوص نگردد و سلب قرآنِ مجید بعد انزال ممکن ست۔

(رسالہ یکروزی ص ۱۴۴)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ نے اگر اس کفری عبارت پر گرفت فرمائی ہے تو غیرتِ ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب جو شخص بھی اس کفری عبارت پر گرفت میں نرمی کا مطالبہ کرے وُہ اپنا حشر خود سوچ لے۔

۲ - مولوی اسمٰعیل دہلوی نے یہ بھی کہہ دیا:

لوگ کہتے ہیں کہ خُدا تعالیٰ جھُوٹ نہیں بول سکتا۔ حالانکہ جھوٹی باتیں گھڑنا اور فرشتوں اور نبیوں کو ان جھُوٹی باتوں کی خبر دینا **اللہ** تعالےٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ چیز **اللہ** تعالےٰ کی قدرت سے خارج ہے تو لازم آئے گا کہ انسان کی طاقت رحمٰن کی طاقت سے بڑھ جائے۔ اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو:

لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع والقائے آں بر ملائکہ و انبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرتِ انسانی ازید از قدرتِ ربانی باشد۔

(رسالہ یکروزی ص ۱۴۵)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کفری عبارت پر گرفت کر کے کونسا جرم کیا ہے کیا واقعی جو کام بندہ کر سکتا ہے وُہ خُدا بھی کر سکتا ہے؟ اگر یہی بات ہے تو وہابیہ کو مندرجہ ذیل باتیں بھی ماننی پڑیں گی۔ توبہ توبہ نقلِ کفر کفر نہ باشد۔

خُدا کھانا کھا سکتا ہے، سو سکتا ہے، پاخانہ پیشاب کر سکتا ہے، راستہ بھُول سکتا ہے، غافل بھی ہو سکتا ہے اور ظالم بھی، اپنی ناک کان کاٹ سکتا ہے، اندھا ہو سکتا ہے، گلا گھونٹ کر، زہر کھا، ریوالور کا فائر کر کے نہر، دریا میں چھلانگ لگا کر خود کشی کر سکتا ہے۔ وہابیوں کے مدرسہ میں بطور طالب علم داخلہ لے سکتا ہے، انسانوں کو استاد بنا کر ان سے سزا حاصل کر سکتا ہے، بُت پرستی کا ارتکاب کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

ظہیر کے حواری بتائیں کیا خُداوند قدّوس مذکورہ کام کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر کہو کہ کر سکتا ہے (اگر نہ کر سکے تو انسان کی طاقت خُدا سے بڑھ جائے گی کہ بندہ تو یہ کام کر سکے اور خُدا نہ کر سکے) تو وہابیو تمہارا یہ دعوٰی کفر ہوگا۔ اور اگر کہو کہ خُداوند قدّوس یہ کام نہیں کر سکتا تو ہم اہلِ سُنّت وجماعت کا مذہب ثابت ہو جائے گا کہ خُداوندِ قدّوس ہر چاہے پر قادر ہے، یعنی جو چیزیں اس کی شان کے لائق ہیں ان پر قادر ہے لیکن جو چیزیں شانِ الوہیت کے منافی ہیں خُداوندِ قدّوس کے لیے عیب ہیں ان چیزوں سے اس کی قدرت بھی متعلّق نہیں ہے۔

۳ - مولوی اسمٰعیل نے یہ بھی لکھ دیا

یعنی جس طرح **اللہ** صاحب نے بندوں کے واسطے ظاہر کی چیزیں

دریافت کرنے کو کچھ راہیں بتادی ہیں جیسے آنکھ دیکھنے کو، کان سُننے کو، ناک سُونگھنے کو، زبان چکھنے کو، ہاتھ ٹٹولنے کو، عقل سمجھنے کو اور وُہ راہیں ان کے اختیار میں دی ہیں کہ اپنی خواہش کے مطابق ان سے کام لیتے ہیں۔ جیسے جب کچھ دیکھنے کو دل چاہا تو آنکھ کھول دی نہ چاہا تو بند کرلیں جس چیز کا مزہ دریافت کرنے کا ارادہ ہو مُنہ میں ڈال لیا نہ ارادہ ہُوا نہ ڈالا سو گویا کہ ان چیزوں کے دریافت کرنے کو کُنجیاں ان کو دی ہیں، جیسے جس کے ہاتھ میں کُنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے۔ اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجیے۔ یہ **اللہ** صاحب ہی کی شان ہے۔ کسی ولی ونبی کو جن وفرشتے کو پیر وشہید کو امام وامام زادے کو بھوت وپری کو **اللہ** صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب وُہ چاہیں غیب کی بات معلوم کرلیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۹ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

خیال فرمایئے

دریافت کرنے کا صاف مطلب یہی ہے کہ ابھی تک دریافت نہیں ہُوا ہاں اسے اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کرلے۔

اس خطرناک عبارت کا نتیجہ یہ ہے کہ خُداوندِ قدّوس کا علم قدیم نہیں بلکہ حادث ہے۔

جب امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ کے سامنے یہ خطرناک عبارت پہنچی تو انہوں نے شانِ الوہیت کی خاطر قلم اُٹھایا۔ ظہیر کو اس حسن میں بھی عیب نظر آیا کاش وُہ عظمت الوہیت پر اپنے بزرگ دہلوی جی کی عزّت کو ترجیح نہ دیتا اور امام احمد رضا رحمہ اللہ پر شدّت کا الزام نہ عائد کرتا۔

علمِ الٰہی کے متعلّق قرآنِ حکیم کی گواہی بھی ملاحظہ ہو:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ

(پ ۳ آل عمران ۵)

ترجمہ: **اللہ** پر کچھ چھپا نہیں زمین میں نہ آسمان میں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

(پ ۳ البقرۃ ۲۵۵)

ترجمہ: جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے۔

وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ۔ (پ ۷ الانعام ۵۹)

ترجمہ: اور جو پتّا گرتا ہے وُہ اسے جانتا ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔

(پ ۷ الانعام ۷۳)

ترجمہ: ہر چُھپے اور ظاہر کا جاننے والا۔

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔

(پ ۲۲ فاطر ۳۸)

ترجمہ: بیشک اللّٰہ جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی ہر چھپی بات کا بیشک وُہ دِلوں کی بات جانتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں سے یہ پانچ آیاتِ مُبارکہ اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز کبھی بھی، کسی حالت میں بھی اللّٰہ جل جلالہ سے چھُپ نہیں سکتی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کبھی کوئی چیز اللّٰہ جل جلالہ کے علم میں نہ ہو۔ لیکن ستیاناس ہو تعصّب اور اکابر پرستی کا کہ جب ظہیر کے بزرگ دہلوی جی کے الفاظ

" غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجیے یہ اللّٰہ صاحب ہی کی شان ہے"۔

پر امام احمد رضا گرفت کرتے ہیں تو ظہیر چیخ اُٹھتا ہے کہ احمد رضا میں شدّت بہت تھی۔

۴۔ اسمٰعیل دہلوی نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وُہ اللّٰہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۔۔۔ ۲۵)

امام احمد رضا جیسا غیوّر مُسلمان یہ پڑھ کر برداشت نہ کر سکا۔ جب اس خبیث عبارت پر گرفت فرمائی تو وہابیہ نے شدّت کا الزام عائد کر دیا۔ ہاں ہاں امام احمد رضا رحمہ اللّٰہ بھی اور ہم جیسے گناہگار مُسلمان بھی یہ پڑھ کر ضبط نہیں کر سکتے۔ اس گندے عقیدہ پر لعنت بھیجے بغیر نہیں رہ سکتے کیونکہ ہمیں پُورا یقین ہے کہ محبُوبانِ خُدا بارگاہِ خُداوندی میں عزّت والے ہیں۔ ذلیل صرف ان سے بغض رکھنے والے ہیں۔

جب کہ اسمٰعیل دہلوی جو ظہیر کا ایک بڑا بزرگ ہے اس کی نظر میں تو ہر مخلوق خواہ وُہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ اللّٰہ کی شان کے آگے اتنا ذلیل ہے کہ چمار بھی اتنا ذلیل نہیں ہے۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس پلید اور خبیث عبارت میں انبیا[1] و اولیا کا تو ذکر ہی نہیں۔ اس میں مخلوق کا ذکر ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ اس لیے کہ اسمٰعیل امام الوہابیہ کے نزدیک بڑی مخلوق سے مُراد ہی محبُوبانِ خُدا ہیں، خود لکھتا ہے:

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وُہ بڑا بھائی

[1] علیہم السلام

ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے اور مالک سب کا **اللہ** ہے بندگی اس کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اولیآء وانبیآء امام، اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے **اللہ** کے مقرّب بندے ہیں وُہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر **اللہ** نے ان کو بڑائی دی وُہ بڑے بھائی ہوتے۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۶ مطبوعہ میر محمد کراچی)

اس خبیث عبارت میں امام الوہابیہ نے تصریح کی ہے اولیآء انبیآء امام امام زادے، پیر و شہید، جتنے **اللہ** کے مقرّب بندے ہیں یہ سب بڑی مخلوق ہیں۔ اور صفحہ نمبر ۲۵ والی عبارت میں یہ کہہ دیا کہ "ہر مخلوق خواہ بڑا ہو یا چھوٹا **اللہ** کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔"

چونکہ امام احمد رضا رحمہ اللہ کو ان محبوبانِ خدا سے والہانہ عقیدت تھی ان کی شان میں یہ بکواس پڑھ کر نہ رہ سکے۔ سخت گرفت فرمائی جس پر امام الوہابیہ کا چیلہ ظہیر چیخ اُٹھا اور کہنے لگا اجی صاحب "احمد رضا میں شدّت بہت تھی"۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ:

ظہیر، روپڑی، سب وہابی نجدی **اللہ** کی شان کے آگے خنزیر، کُتّے بِلّے اور چمار سے بھی ذلیل ہیں تو ظہیر کے ہمنواؤں کو غصّہ آئے گا یا نہیں۔ اگر نہیں آئے گا تو سب وہابیوں کو چاہیئے کہ مندرجہ ذیل عبارت

خوبصورت فریم کروائیں۔ مساجد، مدارس، اپنے مکانوں، دوکانوں پر آویزاں کریں تاکہ سچّی توحید کا ڈنکا بجے۔

احسان الٰہی ظہیر، عبدالقادر روپڑی، حبیب الرحمٰن یزدانی، ثناء اللہ امرتسری، صدّیق حسن بھوپالی، نذیر حُسین دہلوی، اسمٰعیل دہلوی اور ہر وہابی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا سب **اللہ** کی شان کے آگے سوّر، کُتّے، بِلّے اور چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔

اور اگر ظہیر کے ہمنواؤں کو یہ عبارت پڑھ کر مولوی محمّد سعید احمد اسعد پر غصّہ آئے، گالیاں بکنے لگیں تو پھر سُن لو کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بھی کوئی "بے غیرت" نہ تھے کہ اسمٰعیل دہلوی امام الوہابیہ کی یہ خبیث عبارت پڑھ کر تاویلیں ڈھونڈنے لگ جاتے وُہ تو سچے عاشقِ رسول تھے۔ غیرتِ فاروقی کا مظہر تھے۔ وُہ کیسے خاموش ہو جاتے۔ ان کے پاس حق گو قلم تھا، جسے انہوں نے محبُوبانِ خُدا کی عظمت کے تحفّظ کی خاطر وقف کر رکھا تھا۔ اسی قلم سے امام الوہابیہ کی گستاخیوں کے پرخچے اُڑا دیے۔

خُدا کی قسم! امام احمد رضا رحمہ اللہ کی یہی شدّت ان کی عظمت کی دلیل ہے آییے دیکھیں کہ قرآنِ حکیم محبُوبانِ خُدا کی عزّت کس طرح بیان فرماتا ہے:

۱۔ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاۤءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاۤءُ

(پ ۳ آل عمران ۲۶)

ترجمہ: اور جس کو چاہے عزّت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔

معلوم ہُوا کہ ہر مخلوق ذلیل نہیں ہے بلکہ کچھ وُہ شخصیات بھی ہیں جو بارگاہِ خُداوندی میں عزّت والے ہیں۔

۲- فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(پ ۹ الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ: پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی عزّت اور توقیر کیے اور اس کی مدد کیے اور جو نُور اس کے ساتھ اُترا ہوگا اس کی تابعداری کیے ہوں گے وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

غور فرمایئے کہ محبُوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والتّسلیم کی عزّت بارگاہِ خُداوندی میں کتنی ہے۔ اعلانِ خُداوندی یہی ہے کہ کامیابی اسی کے قدم چُومے گی جو محبُوب کریم علیہ السّلام کی عزّت و توقیر بجا لائے گا۔

۳- اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔

(پ ۲۶ الفتح ۸)

ترجمہ: اے رسُول ہم نے تجھ کو گواہ اور خوشخبری سُنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللّٰہ اور اسکے رسُول پر ایمان لاؤ اور اس

کی مدد کرو اور اس کی عظمت کرو۔

اس آیت کریمہ میں خُداوندِ قدّوس نے صاف صاف ہمیں یہی حکم دیا ہے کہ اس کے محبُوب کی تعظیم و توقیر بجا لائیں۔ اور ظاہر ہے تعظیم اسی کی کی جاتی ہے جو عزّت والا ہو، ذلیل کی عزّت کیسے کی جا سکتی ہے۔

۴- رسُول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کو ایک بار رئیس المنافقین عبداللّٰہ بن ابی نے بھی ذلیل کہا تھا (معاذ اللّٰہ)

اس کے جواب میں خُداوندِ قدّوس نے ارشاد فرمایا:

يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ

(پ ۲۸ المنٰفقون ۸)

ترجمہ: یہی لوگ کہتے تھے اگر ہم شہر میں گئے تو معزّز لوگ ان ذلیل لوگوں کو شہر سے نکال دیں گے۔ اصل عزّت اللّٰہ تعالیٰ کی ہے اور رسُول کی اور ایمانداروں کی ہے مگر منافق لوگ جانتے نہیں۔

۵- حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے متعلق ارشاد ہُوا:

اِسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (پ ۳ آل عمران ۴۵)

ترجمہ:۔ اس کا نام مسیح بن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں بڑی عزت والا اور مقرب بندوں سے ہوگا

۶- حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا
مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا

(پ ۲۲ الاحزاب ۶۹)

ترجمہ: اے مُسلمانو! تم ان لوگوں کی طرح نہ بننا جنہوں نے موسیٰ کو ایذاء دی تو خُدا نے ان کی بیہودہ گوئی سے اس کو بری کیا اور وُہ خُدا کے نزدیک بڑی عزّت والا تھا۔

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہُوا کہ محبوبانِ خدا **اللہ** کی بارگاہ میں عزّت والے ہیں اور جوان کو ذلیل کہے وُہ خود ذلیل ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ کا ترجمہ ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی سے منتقل کیا گیا ہے۔

۵- ایک بدبخت نے یہ کہا کہ:

نماز پڑھتے ہوئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صُورت میں مستغرق ہونے سے بھی بُرا ہے۔

جب یہ خطرناک بات امام احمد رضا تک پہنچی تو امام نے اپنی جلالتِ علمی اور غیرتِ ایمانی سے اس باطل نظریہ کی دھجیاں اُڑا کر رکھ دیں ہیں

تو اپنے پروردگار کی رحمت سے قوی اُمید ہے کہ وُہ امام احمد رضا کو اس جہاد کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ لیکن چونکہ یہ کُفری کلمات کہنے والے، مولوی اسمٰعیل دہلوی، سیّد احمد بریلوی ظہیر کے اپنے بزرگ تھے اس لیے ظہیر نے یہ راگنی الاپی، اجی احمد رضا میں شدّت بہت تھی۔

اب آئیے اس خطرناک مضمون والی عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔ پھر قرآن و سُنّت کی تعلیمات کا مشاہدہ فرمائیے پھر فیصلہ فرمائیے کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ کی یہ گرفت درست ہے یا ظہیر کا واویلا؟

"از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئ شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں باتعظیم و اجلال بسوید ای دل انسان می چسپد بخلاف گاؤ وخر کہ نہ آں قدر چسپیدگی می بود و نہ تعظیم بلکہ مہاں و مہقر می بود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود میشود بشرک می کشد۔"

(صراطِ مستقیم فارسی ص ۸۶)

ترجمہ: زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اس جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتماب ہی ہوں اپنی ہمّت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صُورت میں مستغرق ہونے

سے بُرا ہے۔ کیونکہ شیخ کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وُہ شرک کی طرف کھینچ کر لیجاتی ہے۔

مطبوعہ (صراطِ مستقیم اُردو ص ۱۶۹)

اسمٰعیل دہلوی کی یہ بات متعدّد وجوہ کی بنا پر غلط ہے:

۱- یہ عقیدہ نہ تو کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نہ ہی سُنّتِ رسُول اللہ[ل] سے۔ یہ عقیدہ نہ تو صحابہ کرام کے زمانہ اطہر میں مُسلمانوں کا تھا، نہ ہی تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کے زمانہ میں۔ اس لیے ظہیر اور اس کے ہمنواؤں کے اصُول کے مطابق یہ گندہ عقیدہ خود بدعت ہے۔

۲- نمازی نماز میں دُعاء مانگتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ پھر نماز ہی میں **اللہ** جل جلالہ کے پیاروں اور نیک بندوں کا خیال کر کے عرض کرتا ہے۔ "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کہ یا **اللہ** (جل جلالہ) مجھے ان نیک بندوں کے راستہ پر چلانا جن پر تیرا انعام ہوا ہے اور قرآن حکیم ہی نے ہمیں بتایا کہ انعام یافتہ لوگ چار ہیں۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ۔ (پ ۵ نساء ۶۹)

ل صلی اللہ علیہ وسلّم

جن لوگوں پر **اللہ** کا انعام ہُوا وہ ہیں ۱- نبی ۲- صدّیق، ۳- شہید ۴- صالحین۔

اب نمازی خُداوند قدّوس کی نماز پڑھتے ہوئے محبُوبانِ خُدا کا خیال کرتے ہوئے عرض کرتا ہے کہ پروردگار مجھے نبیوں علیہم السّلام کے راستہ پر چلانا، صدّیقوں، شہیدوں اور صالحین کی راہ دکھلانا۔ اب یہ بالکل بدیہی امر ہے کہ نمازی کے دل میں "اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کا ادب و احترام اور تعظیم موجود ہے۔ اسی لیے تو ان کے راستہ پر چلنے کی دعاء مانگتا ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ ابوالوہابیہ کا یہ کہنا کہ غیر کی یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وُہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے قطعًا غلط اور بے بُنیاد ہے۔ اگر نماز میں غیر کا خیال یا تعظیم و اجلال واقعی "مُنجرّ اِلَی الشّرک" ہوتا تو خُداوند قدّوس نماز میں یہ دُعاء مانگنے کا ہرگز حکم نہ فرماتا:

۳- امام بُخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب قائم فرمایا ہے، "بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ اِلَی الْاِمَامِ فِی الصَّلٰوةِ" اور اس باب میں چند حدیثیں ذکر کی ہیں پڑھیے اور وہابیہ کے عقیدہ پر لعنت بھیجیے:

(۱)- عَنْ اَبِیْ مَعْمَرٍ قَالَ قُلْنَا لِخَبَّابٍ اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ۔ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ کُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذٰلِکَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهٖ۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ حدیث نمبر ۷۴۶ کتاب الاذان)

ترجمہ: حضرت ابو معمر فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت سیّدنا خباب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام ظہر اور عصر کی نماز پڑھاتے ہوئے قرات کیا کرتے تھے؟ تو انہوں نے جواب دیا ہاں، پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا آپ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے۔

اس حدیث میں غور فرمایئے تو آپ پر یہ چیز واضح ہو جائے گی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نماز پڑھتے ہوئے بھی چہرۂ والضحیٰ کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ حالانکہ ہمیں یہی چاہیے کہ نماز میں حالت قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر ہی ہونی چاہیے۔ اگر نماز میں سیّد عالم ﷺ کا خیال مبارک کرنا شرک کی طرف کھینچ کر لے جاتا تو مجھے ربّ کعبہ کی قسم! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی نماز میں حضور ﷺ کے چہرۂ انور کی طرف نہ دیکھتے۔

(ب)۔ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ یَزِیْدَ یَخْطُبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَکَانَ غَیْرَ کَذُوْبٍ اَنَّهُمْ کَانُوْا اِذَا صَلَّوْا مَعَ النَّبِیِّ ﷺ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ قَامُوْا قِیَامًا حَتّٰی یَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ۔

(بخاری شریف ج۱ ص ۱۰۳ حدیث نمبر ۷۴۷)

لے کتاب الاذان

ترجمہ: ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن یزید کو خطاب فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ مجھے حضرت براء بن عازب نے بتایا اور وہ جھوٹے نہ تھے۔ انہوں نے فرمایا صحابہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے آپ رکوع سے سر اٹھا لیتے تو وہ آپ کو کھڑے ہو کر دیکھتے رہتے یہاں تک کہ آپ سجدے میں جا لیتے۔ (اس وقت صحابہ بھی سجدے میں جاتے)۔

نماز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سرکارِ دو عالم ﷺ کی زیارت کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ:

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

(ج)۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَیْنَاکَ تَنَاوَلْتَ شَیْئًا فِیْ مَقَامِکَ ثُمَّ رَأَیْنَاکَ تَکَعْکَعْتَ فَقَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا۔

(بخاری شریف ج۱ ص ۱۰۳ حدیث نمبر ۷۴۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ

لے کتاب الاذان، باب رفع البصر الی الامام فی الصلاۃ

نے سُورج گرہن کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے دیکھا کہ آپ نماز میں اپنی جگہ پر ہی سے کسی چیز کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ پھر آپ پیچھے ہٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے جنّت کو دیکھا، میں اس میں سے ایک خوشہ لینے لگا اور اگر لے لیتا تو جب تک دُنیا قائم ہے تم اس میں سے کھاتے رہتے

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

۱- صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وہابی عقائد کے دُشمن تھے۔ وُہ نماز تو اپنے پروردگار کی پڑھتے تھے لیکن نماز میں محبت اور تعظیم کے ساتھ دیدارِ مصطفیٰ علیہ السلام سے مشرّف ہوتے رہتے۔

۲- جنّت بھی نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل نہ تھی۔

۳- جنّت سدرۃ المنتہیٰ سے بھی پرے ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

عِندَهَا جَنَّةُ الْمَأْوٰى

(پ ۲۷- النجم ۱۵)

ترجمہ: اس سدرہ کے پاس جنّت الماویٰ ہے۔

یہ جنّت اتنی دُور ہوکر بھی مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے دُور نہ تھی، یہ تو اتنی قریب تھی کہ اللہ جل جلالہ کے محبوب علیہ السلام کا ہاتھ مُبارک جنّت کے خوشوں

تک پہنچ رہا تھا۔ جب جنّت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور نہ تھی۔ تو یہ کیسے متصوّر ہوسکتا ہے کہ اس دُنیا کے شہر اور گاؤں مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی پہنچ سے دُور ہوں۔

سوال: یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کمال وقتی ہو کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے جنّت ایک مرتبہ قریب کردی پھر بعد میں مصطفیٰ علیہ السلام کی پہنچ سے دُور کردی۔

جواب: ایسا نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وعدہ خُداوندی ہے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى

(پ ۳۰ والضحیٰ ۴)

اے محبُوب تیرے لیے ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

اگر یہ کہا جائے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ایک نعمت عطا فرمائی بعد میں واپس لے لی تو پہلی گھڑی (جس میں نعمت حاصل تھی) بعد والی گھڑی (جس میں نعمت حاصل نہ تھی) سے بہتر ہوجائے گی۔ اس طرح یہ دعویٰ نص کے خلاف ہے۔

صحیح بُخاری میں ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ أُصَلِّي قَرِيبًا مِّنْهُ فَأُسَارِقُهُ النَّظَرَ -

(بُخاری شریف ج ۲[۱] ص ۶۳۵ حدیث نمبر ۴۴۱۸)

ترجمہ: پھر میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز ادا کرتا اور

[۱] کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک

نظریں چُرا چُرا کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھتا رہتا ۔

۴۔ اگر نمازی کے لیے **اللہ** جَلَّ جَلَالُہٗ کے محبوب عَلَیْہِ السَّلَام کا خیال مُبارک کرنا بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہونے سے بھی بُرا ہوتا تو ہمیں کبھی نماز میں السّلامُ علیک ایُّھا النّبی کہنے کا حکم نہ ملتا ۔

سوال : نماز میں السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِی بطور حکایت کہا جاتا ہے نہ کہ بطریق انشاء ۔

جواب : یہ غلط ہے، نماز میں نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر قصداً ارادہ سے سلام عرض کیا جاتا ہے۔ کسی واقعہ کی حکایت اور تلاوت تشہد میں ہرگز نہیں اس لیے کہ صحیح حدیث ہے ۔

۱۔ حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ عَنْہُ ارشاد فرماتے ہیں :

كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ قَبْلَ عِبَادِهٖ اَلسَّلَامُ عَلٰى جِبْرَئِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى مِيْكَائِيْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰى فُلَانٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ فَاِذَا جَلَسَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَقُلْ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ اِذَا قَالَ ذٰلِكَ اَصَابَ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

(متفق علیہ ، مشکوٰۃ شریف ص ۸۵ باب التشہد)

ترجمہ : جب ہم نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تو کہا کرتے تھے **اللہ** کے بندوں کی طرف سے (**اللہ** کے بندوں پر سلام بھیجنے سے پہلے) **اللہ** جَلَّ جَلَالُہٗ پر سلام، جبرئیل پر سلام، میکائیل پر سلام، فلاں پر سلام ہو۔ نبیِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نماز سے فراغت کے بعد ہماری طرف متوجّہ ہوئے تو ارشاد فرمایا ''السّلامُ علی اللہ'' نہ کہا کرو۔ اس لیے کہ **اللہ** جَلَّ جَلَالُہٗ تو خود سلام ہے۔ پس جب بھی تم میں سے کوئی نماز میں بیٹھے تو یوں کہے :

التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔

اللہ کے لیے تحیتیں، نمازیں اور طیب کلمے ہیں اے نبی آپ پر سلام ہو، **اللہ** کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، ہم پر اور **اللہ** کے نیک بندوں پر سلام ۔

اس لیے کہ نمازی جب یہ الفاظ کہے گا تو یہ سلام زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گا۔

معلوم ہُوا کہ نماز میں سلام بطور حکایت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بطور حکایت ہوتا تو ہر نیک بندے کو سلام کیسے پہنچتا۔

اسی حدیث کی شرح میں وہابیہ کے ایک ممتاز عالم نواب صدّیق حسن خاں نے جو کچُھ لکھا ہے وُہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور اہلِ سُنّت کی حقانیت کی گواہی دیں۔

و تخصیص آنحضرت صلّی اللہ عَلَیہ وسلّم بنا بر عظم حق وی ست بر ایشاں وللہذا تقدیم کردند آں را بر تسلیم بر نفوس خود پیشتر سلام کردند بر خودہا۔

و وجہ خطاب بہ آنحضرت بجہت ابقائی ایں کلام ست بر آنچہ در اصل بود کہ شب معراج از جانب پروردگار تعالیٰ و تقدس بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم خطاب بہ سلام آمد پس آنحضرت در حین تعلیم امّت نیز بر ہماں لفظ اصل گزاشت ایشاں را تاکہ آں حال گردد۔

ونیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں ست در جمیع احوال و اوقات خصوصًا در حالت عبادات

و نورانیت و انکشاف دریں محل بیش تر و قوی تر است۔

وبعضی از عرفا قدس سرہم گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقتِ محمّدیہ است علیہ الصّلوٰۃ والسّلام در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم در ذوات مصلّیان موجود و حاضر ست پس مصلّی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بود تا بہ انوار قرب و اسرار معرفت منوّر و فائض گردد۔ آری شعر در راہِ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست۔ می بینمت عیاں ودعا می فرستمت۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام ج ا ص ۴۵۹)

ترجمہ: رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تخصیص اس لیے ہے کہ آپ کا نمازی پر بہت بڑا حق ہے اسی لیے نمازی خود پر سلام بھیجنے سے پہلے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر سلام عرض کرتا ہے بعد میں اپنے آپ پر۔

شبِ معراج اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ نے اسی طرح اپنے محبُوب کو سلام کہا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے تشہد کی تعلیم میں اُمّت کو وہی الفاظ سکھائے تاکہ (شبِ معراج مصطفٰے علیہ السّلام کی رفعتوں کا منظر) یاد رہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال میں اور تمام اوقات میں خصوصاً عبادت کی حالت میں اور اس حالت میں نورانیت اور انکشاف میں پہلے سے اضافہ ہوتا ہے۔

بعض عارفین قدس سرہم نے فرمایا ہے کہ نماز میں رسولِ اکرم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے خطاب کر کے سلام عرض کیا جاتا ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرّوں میں، ممکنات کے ہر ہر فرد میں جلوہ گر ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے اندر موجود اور حاضر ہیں۔ پس نمازی کو چاہیے کہ اس معنیٰ و مفہوم سے آگاہ رہے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جلوہ گری سے غافل نہ ہوتا کہ انوارِ قرب اور اسرارِ معرفت سے متنوّر اور فیضیاب ہو۔

مسئلہ حاضر و ناظر کی مفصّل بحث تو ان شاء اللہ عقائد کی بحث میں آئیگی سر دست اتنی گزارش ہے کہ ہم اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر تسلیم کریں تو ظہیر ہمیں مشرک و کافر قرار دیتا ہے۔ اور اگر یہی بات اس کا کوئی بزرگ لکھ دے تو وہ قابلِ تعظیم کیوں ہو جاتا ہے؟

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کو دل میں حاضر کرو اور کہو اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور دل میں سچی آرزو کرو کہ یہ سلام ان کو پہنچے گا اور تم کو اس کا جواب تمہارے سلام کی نسبت کامل تر عطا فرمائیں گے۔

(احیاء العلوم اردو، ص ۲۷۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تشہد میں صیغہ خطاب کی جو توجیہ بیان کی ہے وہ بھی ملاحظہ ہو:

اِنَّ الْمُصَلِّيْنَ لَمَّا اسْتَفْتَحُوْا بَابَ الْمَلَكُوْتِ بِالتَّحِيَّاتِ اُذِنَ لَهُمْ بِالدُّخُوْلِ فِيْ حَرِيْمِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ فَقَرَّتْ اَعْيُنُهُمْ بِالْمُنَاجَاةِ فَنُبِّهُوْا عَلٰى اَنَّ ذٰلِكَ بِوَاسِطَةِ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ وَبَرَكَةِ مُتَابَعَتِهٖ فَالْتَفَتُوْا فَاِذَا الْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ فَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِ قَائِلِيْنَ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ -

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲ ص ۳۱۴ مطبوعہ لاہور)۔

ترجمہ: نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ باب ملکوت کو کھولا تو انہیں حی لا یموت کی بارگاہِ قدس میں حاضری کی اجازت مل گئی۔

مناجات سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پس بتایا گیا کہ یہ سب کچھ رحمت والے نبی کے واسطہ اور آپ کی اتباع کی برکت سے ہے۔

مندرجہ بالا تحریر سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ نماز میں السّلام علیک ایّھا النّبی کہنا حکایت کے طور پر نہیں بلکہ بطریقِ انشاء ہے۔

۲۔ مسند امام احمد میں ہے:

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ عُقْبَۃَ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَقْبَلَ رَجُلٌ حَتّٰی جَلَسَ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ عِنْدَہٗ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمَّا السَّلَامُ عَلَیْکَ فَقَدْ عَرَفْنَاہُ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ اِذَا نَحْنُ صَلَّیْنَا فِیْ صَلَاتِنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ قَالَ فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَحْبَبْنَا اَنَّ الرَّجُلَ لَمْ یَسْئَلْہُ فَقَالَ اِذَا اَنْتُمْ صَلَّیْتُمْ عَلَیَّ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی **مُحَمَّدٍ** اِلخ

(مسند امام احمد ج ۴ ص ۱۱۹)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو کہتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر بیٹھ گیا۔ ہم آپ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے، کہنے لگا یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

ہم نے آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو پہچان لیا ہے۔ پس ہم اپنی نماز میں آپ پر درود کیسے پڑھیں۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوگئے۔ یہانتک کہ ہم تمنّا کرنے لگ گئے کہ کاش اس آدمی نے یہ بات نہ پوچھی ہوتی۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مجھ پر درود پڑھو تو یوں کہو اللّٰھم صلّ علیٰ **محمّد** (آخر حدیث تک)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نماز میں سلام بطور انشاء ہے نہ کہ بطور حکایت وہابیہ خذلھم اللّٰہ کی متعدّد خبیث و دل آزار عبارتیں جب امام احمد رضا کے سامنے پیش ہوئیں تو آپ نے شرعی تقاضا پورا فرمایا فَجَزَاہُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔ چونکہ ظہیر اور اس کے حواریوں کو شریعت سے درحقیقت چڑ ہے۔ اس لیے انہوں نے امام احمد[1] رضا کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے جن جن عبارتوں پر گرفت فرمائی ان کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ ہے تاہم مندرجہ بالا پانچ خطرناک عبارتوں اور ان کے مضمرات پڑھ کر آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ امام کی شدّت صرف حق کے لیے ہی تھی۔

---

۱ رحمۃ اللہ علیہ۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور انگریز

ظہیر نے امام احمد رضا کی کردار کشی کرتے ہوئے ان کو انگریز کا ایجنٹ قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

اس وقت ضرورت تھی اتفاق و اتحاد کی۔ مل جل کر جدّوجہد کرنے کی، ایک پرچم تلے متحد ہو کر انگریزی استعمار کو ختم کرنے کی۔ مگر استعمار یہ نہ چاہتا تھا، ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسلمانوں کو باہم دست وگریبان دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے اسے چند افراد درکار تھے جو ان کے ایجنٹ بن کر مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں۔ انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیں، ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے ان کی قوت و شوکت کو کمزور کر دیں۔ اس مقصد کے لیے انگریز نے مختلف اشخاص کو منتخب کیا۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی اور جناب بریلوی) کے مخالفین کے مطابق احمد رضا خاں بریلوی صاحب سرِ فہرست تھے۔

(بریلویت مترجم ص ۷۳)

نیز لکھا "فرق تسد" یعنی لڑاؤ اور حکومت کرو کی مشہور انگریزی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لیے استعمار نے جناب احمد رضا خاں صاحب (رحمۃ اللہ) کو استعمال کیا تاکہ وہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر ان کے اتحاد

کو ہمیشہ کے لیے پارہ پارہ کر دیں۔

اور عین اس وقت جب انگریز کے مخالفین ان کی حکومت سے نبرد آزما تھے اور جہاد میں مصروف تھے۔ جناب احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ان جملہ مسلم راہنمایان کا نام لے کر تکفیر کی جنہوں نے آزادی کی تحریک کے کسی شعبے میں بھی حصّہ لیا۔

(بریلویت مترجم ص ۷۶)

ظہیر نے امام احمد رضا رحمہ اللہ کو انگریز کا ایجنٹ ثابت کرنے کیلئے مندرجہ بالا اقتباسات میں دو باتیں کہی ہیں:

۱۔ جناب رضا نے مسلمانوں میں انتشار پیدا کیا اور انگریزی حکومت میں مسلمانوں کے مابین انتشار پیدا کرنے والا انگریزی راج کی تقویت کا سبب بن کر انگریز کا ایجنٹ ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

۲۔ جناب رضا نے انہی لوگوں کی تکفیر کی جو انگریزی راج کے مخالف تھے۔ یوں انہوں نے انگریز کے دشمنوں کی مخالفت کر کے انگریز کو قوت دی۔

ان مندرجہ بالا دونوں باتوں کی حقیقت تو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ سرِدست ظہیر کے اس عنوان پر مزید دلائل بھی ملاحظہ ہوں تاکہ بحث مکمل ہونے کے بعد صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی رہے۔

چنانچہ ظہیر رقمطراز ہے:

"چونکہ شرعاً جہادِ آزادی کا دار و مدار ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر تھا۔ اکابرینِ ملّتِ اسلامیہ ہندوستان کو دارالحرب قرار دے چکے تھے۔ احمد رضا صاحب نے اس بنا پر جہاد کو منہدم کرنے کے لیے یہ فتوٰی دیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے اور اس کے لیے ۲۰ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ " اِعْلَامُ الْاَعْلَامِ بِاَنَّ ہِنْدُوْسْتَانَ دَارُالْاِسْلَامِ " یعنی" اکابرین کو ہندوستان کے دارالاسلام ہونے سے آگاہ کیا"۔

(بریلویت مترجم ص ۷۷)

ظہیر نے امام رحمہ اللہ کو انگریز کا ایجنٹ قرار دینے کے لیے دو دلائل مزید دیے ہیں:

۱۔ انہوں نے تحریک خلافت کی مخالفت کی۔

۲۔ تحریک ترک موالات کی بھی مخالفت میں پورا زور لگا دیا۔

یوں ظہیر نے امام پر پانچ دلائل کی بنیاد پر انگریز ایجنٹی کی تہمت دھری اب ہم ان پانچوں اعتراضات کی حقیقت عرض کرتے ھیں۔
خداوندِ قدّوس کی رحمتِ کاملہ سے اُمیدِ واثق ہے کہ ظہیر کا کذب و افترا پر مبنی " امام پر انگریز ایجنٹی کا الزام " بادِ ہوا ثابت ہو جائے گا۔ ظہیر کا پہلا الزام یہ تھا کہ امام احمد رضا نے مُسلمانوں میں انتشار پیدا کیا تاکہ انگریز مُسلمانوں کی آپس میں لڑائی کی وجہ سے آرام سے حکومت کرتا رہے۔

اس بات سے تو ہم بھی اتّفاق کرتے ہیں کہ مُسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے والا کفّار اور شیطان کا ہی ایجنٹ ہوتا ہے، عباد الرحمٰن کے زمرہ میں شامل نہیں ہوتا۔ اگر امام احمد رضا رحمہ اللہ نے مُسلمانوں میں انتشار پیدا کیا ہو تو ظہیر کا الزام درست ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر مُسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے والے ظہیر کے اپنے بزرگ تھے اور امام احمد رضا رحمہ اللہ ان مفسدین کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر اپنی قوّتِ ایمانی سے اسلام کے جھنڈے کو تھام کر کھڑے تھے تو امام "حزب اللہ" کے ایک فردِ جلیل قرار پائیں گے اور ظہیر اور اس کے حواری "حزب الشّیطان" کے۔

امام احمد رضا پر انتشار پھیلانے کا الزام اس وقت ثابت ہو سکتا تھا جب امام کسی نئے عقیدہ کو مُسلمانوں کے سامنے پیش کرتے۔ نتیجتاً کچھ لوگ امام کے ساتھ ہو جاتے اور کچھ مخالف۔ یوں باہمی جھگڑے اور انتشار کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

الحمد للہ ہم پورے دعوٰی کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا نے مُسلمانوں کے سامنے کوئی نیا عقیدہ ہرگز ہرگز پیش نہیں کیا، بلکہ نئے عقائد پیش کرنے والوں کا پُوری قوّت سے مقابلہ کیا ہے۔

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کی گواہی ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجیے:

امرتسر میں مسلم آبادی' غیر مسلم آبادی' (ہندو، سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے اسّی سال قبل سب مُسلمان اسی خیال کے تھے جن کو بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔"

(شمع توحید ص ۴۰)

شیخ مُحمّد اکرام امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے متعلّق لکھتے ہیں:

"انہوں نے نہایت شدّت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔"

(موجِ کوثر ص ۷۰)

ایک اور وہابی عالم سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

تیسرا فریق وُہ تھا جو شدّت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کو اہل السنّہ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماِ تھے۔

(حیاتِ شبلی ص ۴۶)

معلوم ہوا کہ امام پر انتشار کا الزام غلط ہے۔ امام نے تو انتشار پھیلانے والوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ انتشار پھیلانے والے لوگ کون تھے اور ان کے نام کی مالا کون جپ رہا ہے۔

دیوبندی حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

خان صاحب نے فرمایا مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویّۃ الایمان

اوّل عربی میں لکھی تھی چنانچہ اس کا ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خواجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اُردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سیّد صاحب، مولوی عبدالحی صاحب، شاہ اسحٰق صاحب مولانا مُحمّد یعقوب صاحب، مولوی فریدالدّین صاحب مراد آبادی' مومن خاں، عبداللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویّت الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدّد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا۔ لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے' اور وہاں سے واپسی کے بعد عزمِ جہاد ہے اس لیے میں اس کام سے معذور ہوگیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دُوسرا اس بار کو اُٹھائے گا نہیں اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے۔

(ارواح ثلاثہ ص ۷۴)

اس عبارت کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ برِصغیر میں انتشار کی بُنیاد مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اس کی کتاب "تقویۃ الایمان" نے ڈالی ہے نہ کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ نے نیز اس انتشار کا فائدہ اسمٰعیل دہلوی نے کس کو پہنچایا یہ بھی وہابیہ کے انتہائی اہم فرد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی مندرجہ ذیل تحریر پڑھ کر بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ نواب صاحب اسمٰعیل دہلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اُنھوں نے اپنی کسی کتاب میں مسئلہ جہاد کا نہیں لکھا چہ جائیکہ ذکر جہاد یا سرکارِ عالیہ انگریزی۔ بلکہ سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدر شناسی کا اس وقت میں فرمایا۔ چنانچہ تحریر سیّد احمد خاں نیچر سے بھی ثابت ہے اگرچہ بہت سے مفسدین نے جن کا شعار فسق و فجور تھا ان کے مقابلہ میں بہت کوششیں کیں۔ مگر حکام انگریزی نے اس کی سماعت نہیں کی اور نہ کبھی ان سے تعرض کیا۔"

(ترجمان وہابیہ ص ۱۱)

رئیس الوہابیہ نواب صدّیق حسن بھوپالی کے اس اقرار و اعتراف نے "انگریز ایجنٹی" کا سارا راز کھول کر رکھ دیا کہ برِصغیر میں انگریز کا ایجنٹ مولوی اسمٰعیل دہلوی تھا نہ کہ امام احمد رضا اس لیے کہ انگریزی

سرکار نے "معاملہ قدر شناسی کا" مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ فرمایا۔ کیونکہ اسی دہلوی جی نے "لڑاؤ حکومت کرو" کی پالیسی کو کامیاب کرنے کے لیے دن رات ایک کر دیا تھا۔

ظہیر نے امام احمد رضا کی "انگریز ایجنٹی" پر جو دوسری دلیل پیش کی ہے وُہ یہ کہ جناب رضا نے انہی مسلم راہنماؤں کی تکفیر کی ہے جو انگریزی سرکار کی مخالفت میں سرگرمِ عمل تھے۔ یوں انھوں نے انگریز کے دشمنوں کو کمزور کر کے انگریز حکومت کو فائدہ پہنچایا۔

اسے کہتے ہیں "دن دیہاڑے علمی ڈاکہ و خیانت" یا یوں کہہ لیجیے "چور بھی کہے چور چور"۔

جناب رضا نے ۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی ۲۔ اسماعیل دہلوی ۳۔ محمد قاسم نانوتوی ۴۔ رشید احمد گنگوہی ۵۔ خلیل احمد انبیٹھوی ۶۔ اشرف علی تھانوی کی تحریروں پر ان کی کفریہ عبارتوں پر گرفت فرمائی۔

اب ہم ظہیر اور اس کے چیلوں چانٹوں سے پُوچھنا چاہتے ہیں کہ ان چھ میں سے کون تھا جو انگریزی سرکار کی مخالفت میں سرگرمِ عمل تھا۔

مرزا قادیانی نے خود دعوٰی کیا کہ میں نے انگریز کی حمایت میں جہاد کی مخالفت میں پچاس الماری کتابیں لکھی ہیں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی پر بقول نواب صدیق حسن بھوپالی انگریز کا "دستِ شفقت" رہا کہ سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدر شناسی کا اس وقت میں فرمایا۔ (ترجمان وہابیہ ص")

کیا مولوی محمدؐ قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اور مولوی اشرف علی صاحبان میں سے کوئی بھی انگریز کے خلاف سرگرمِ عمل تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان لوگوں میں کوئی تو انگریزی سرکار کو اپنا مالک قرار دیتا رہا ہو اور کوئی اس زمانہ میں چھ صد روپیہ ماہوار انگریزی حکومت سے وظیفہ حاصل کرتا رہا ہو۔

معلوم ہوا کہ ظہیر کے اپنے اصُول کے مطابق امام احمد رضا "انگریز کے ایجنٹ" نہ تھے بلکہ انگریز کے پٹھوؤں، چمچوں اور کڑچھوں کی تکفیر کر کے انگریز کے دوستوں کو کمزور کر کے انگریز حکومت کی مخالفت فرمائی۔

ظہیر نے امام کی انگریز ایجنٹی ثابت کرنے کے لیے تیسری دلیل دی تھی کہ چونکہ شرعاً جہاد آزادی کا دار و مدار ہندوستان کے دار الحرب

ہونے پر تھا۔ لیکن جناب رضا نے اسے دار الحرب کی بجائے دار الاسلام قرار دیا۔

اس تیسری دلیل کا بھی حشر ملاحظہ فرمایئے۔

انگریز حکومت کے خلاف جہاد کے متعلق رئیس الوہابیہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی رائے ملاحظہ ہو وُہ لکھتے ہیں:

"رہے مناقب جہاد کے اور اس کی فضیلتیں قرآن اور کتب دین میں بھری ہوئی ہیں اور ان کے ترجمہ سارے جہان میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہر چھوٹا بڑا، عورت، مرد، گاؤں گاؤں اور شہر شہر میں فارسی اور اُردو اور عربی میں پڑھتا ہے بلکہ کوئی گاؤں اور شہر شاید اس سے خالی نہیں۔

مگر اس پر ثواب کا ملنا اور اجر کا حاصل ہونا جب ہی ہے کہ اس کی شرطیں جو شریعت میں مقرر ہیں وہ سب پائی جاویں اور اسباب واحکام اس کے موجود ہوں اور آجکل عام مسلمان جن کو علم و فہم سے بہرہ بلکہ اکثر اربابِ دُوَل وحکومت جنہیں اسلام کی خوبیوں اور ایمان کی باتوں سے بالکل واقفیت نہیں جس کو جہاد سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں فتنہ کے سوا اور کچھ نہیں اور کوئی اہلِ علم اور اربابِ عقل سے اس کا قائل اور معترف نہیں۔ چنانچہ ایامِ غدر میں جو ملک ہندوستان میں بعضے راجہ بابو اور بہت سے نام کے نواب اور امرائے نام نہاد جہاد

ہندوستان کے امن و امان میں خلل انداز ہوئے اور انہوں نے لڑائی بھڑائی کا بازار گرم کیا اور یہاں تک کہ ان کے فساد و عناد کی نوبت پہنچی کہ عورتوں اور بچّوں کو جو کسی شریعت میں واجب القتل نہیں ہیں بے تامل چیر پھاڑ کر پھینک دیا - افسوس صد افسوس حالانکہ اسلام میں تمام اہلِ اسلام کے نزدیک یہ کام خلافِ شرع مُحمّدی ہے اور کسی فرقہ اسلامیہ میں ہرگز جائز و روا نہیں - اور جو آج کل ایسا فتنہ برپا کرے وُہ بھی ایسا ہی فتنہ پرداز اور از انجام تا آغاز اسلام میں دھبہ لگانے والا ہے -

اس لیے کہ علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام والا مقام فرنگ ، فرماں روا ہیں - اس وقت سے یہ ملک دارالحرب ہے یا دارالاسلام حنفیہ جن سے یہ ملک بالکل بھرا ہوا ہے ان کے عالموں اور مجتہدوں کا تو یہی فتوٰی ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ مُلک دارالاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی بلکہ عزمِ جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے -

اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماءِ دہلی وغیرہ ان کے نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن و امان میں داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا ہرگز روا نہیں - جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہوں

غرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر جہاد کرنا اگلے پچھلے مُسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک ہرگز جائز نہیں -

علاوہ اس کے جہاد میں بڑی شرط تو یہ ہے کہ ایسے امام عادل، عالم کامل ، صاحب فہم و فراست ، دانشمند کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے کہ جس میں شرائطِ امامت بخوبی موجود ہوں اور اس ملک کے مردِ ذی ہوش و معاملہ دان و عقلمند اس کی امامت کو پسند فرما دیں اور اس کو برضا و رغبت خود بلا جبر و اکراہ اپنے اُوپر بیعت عام کر کے حاکم بنا دیں اور اس لڑائی بھڑائی میں لڑکوں اور بچّوں اور عورتوں اور بُوڑھوں اور ضعیفوں کو قتل نہ کریں - اور اگر پھر دُوسرا شخص دعویٰ امامت کرے تو باغی اور مفسد قرار دیا جاوے اور واجب القتل ہو اور یہ سب شرطیں غدر میں یک قلم مفقود اور غیر موجود تھیں ، بلکہ ہر ملک و شہر میں جس کا جی چاہا اور اس کو وسوسہ سرداری نے گھیرا وہی سرکار سے باغی ہو کر لڑنے کو ٹھہر گیا اور اس لڑائی کو جہاد ٹھہرایا - حالانکہ وُہ جہاد نہ تھا سراسر فتنہ تھا -

غرض شریعت اسلام کی بنا پر مسلمانانِ ہند کو ایسی حالت موجودہ پر کہ امن و امان خلائق اور رفاہِ عوام بخوبی قائم ہے اور ہر ایک کو اپنے امور مذہبی کے اجراء کے لیے بموجب اشتہار گورنمنٹ مجریہ دربارِ قیصری دہلی کسی طرح کی مزاحمت اور مخالفت سرکارِ انگلشیہ سے مطلقاً نہیں - جہاد خیال

کرنا خبط ہے اور جوہڑ بونگیوں کی طرح بے فائدہ مار پیٹ کا اور لوٹ مار کا بازار گرم کرے اور اس کو جہاد کہے وہ بالکل شریعت کے خلاف حائل ہے اور مفت ناحق جان و مال لوگوں کا ضائع کرتا ہے اور عزّت و آبرو گنواتا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ کسی عمل پر ثواب نہیں ملتا جب تک وہ خاص خدا کے واسطے اور موافق شرع شریف کے نہ ہو اور جب تک شریعت کے موافق نہ ہو اور خالص اللہ کے لیے نہ ہو تب تک دونوں جہان کا زیاں اور جان و مال کا نقصان تصوّر کیا جاتا ہے۔

ہم کو بڑا تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جنہوں نے غدر میں بغیر وجود شرائط کے اور بغیر وجود امام کے اور بغیر اتباع شرع کے باوجود قتل کرنے لڑکوں اور عورتوں کے جو محض بے گناہ اور معصوم تھے کیونکر فتویٰ دیدیا کہ یہ ہڑبونگ جاہلوں اور بھبر مفسدوں کا اور جمگھٹا بے وقوفوں کا جہاد ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ فتویٰ کس قرآن سے نکالا اور کونسی حدیث سے ثابت کیا۔ اس پر طرّہ یہ ہے کہ اکثر حاکم اس وقت میں راجہ بابو اور ہند کے ہندو تھے کہ ان کی امامت مسلمانوں کے کسی فرقہ کے نزدیک جائز نہیں اور اکثر لوگ جنہوں نے اس وقت فساد و غدر میں حکامِ انگلشیہ سے مقابلہ کیا ہندو مذہب تھے کہ شرکت ان کی جہاد میں اور مدد لینا ان سے ہرگز جائز نہیں یہ بات صاف حدیث میں آئی ہے۔

پس اگر ہم اس کو مان بھی لیں کہ وہ سب اسلام کا نام لیتے تھے۔ تو بھی جب تک دار الحرب سے باہر جاکر کسی دار الاسلام کو اپنا وطن اور مسکن نہ ٹھہرا دیں اور کسی امام کو جو شرائط امامت اپنی ذات میں رکھتا ہو اپنا امام اور حاکم مقرّر کریں تب تک جہاد کا نام محض خبط ہے اور ایسا امام جو اسلام کے شرائط رکھتا ہو اس وقت میں حکم کیمیا و عنقا کا رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اہلِ اسلام میں اس وقت فرمانروا اور حکمران ہیں ان میں سے ایک بھی امامت کی صفتوں سے موصوف نہیں اور سلطنت اور حکومت کی شرطوں اور آداب اور احکام سے معروف نہیں۔"

(ترجمان وہابیہ ص ۱۵، ۱۶، ۱۷)

انہی نواب صاحب رئیس الوہابیہ نے اپنے مدّعا کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا:

"اس سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ جو لڑائیاں غدر میں واقع ہوئیں وہ ہرگز جہاد شرعی نہیں اور کیونکر وہ جہاد شرعی ہو سکتا ہے کہ جو امن و امان خلائق کا اور راحت و رفاہ مخلوق کا حکومت حکامِ انگلشیہ سے زمینِ ہند میں قائم تھا اس میں بڑا خلل واقع ہوگیا یہاں تک بوجہ بے اعتباری رعایا نوکری کا ملنا محال ہوگیا اور جان و مال و آبرو کا بچانا وہم و خیال ہوگیا۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں حکام کے عدل کا بیان کیا ہے وہاں

یہ بھی لکھا ہے کہ اگر شریعتِ اسلام کے موافق عدل نہ ہو سکے تو حکامِ فرنگ کی طرح تو امن و امان رعایا اور اصلاح و درستگی برایا کا لحاظ رکھا جاوے غرض ان کی گواہی سے بخوبی معلوم ہوا کہ درستی ملک اور صفائی راہ اور رفاہِ عوام اور امن خلائق اور امانِ مخلوق اور راحت رسانی رعیت اور آرام دہی بریت میں کام فرنگ کا مثل اور نظیر اس وقت میں ہرگز نہیں اگرچہ ہر وقت کے ملا اور مفتی خوشامد کی راہ سے باتیں بناتے ہیں اور ہر کسی کو اچھا بتاتے ہیں۔ مگر میری نظر میں جو راجح اور صحیح معلوم ہوا وہ لکھ دیا۔ قبول و ہدایت **اللہ** کے ہاتھ ہے۔"

(ترجمان وہابیہ ص ۱۸)

مندرجہ بالا طویل عبارات کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ ظہیر نے کس دیدہ دلیری سے اپنے بزرگوں کا جرم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھوپنے کی کوشش کی ہے امام نے تو ملک ہندوستان کے متعلق شرعی نقطۂ نظر کا اظہار کیا تھا کہ اسے دار الحرب نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ یہ ملک "دار الاسلام" ہے۔ امام نے انگریز حکومت کے خلاف نفرت کا اظہار کرنے سے کبھی نہیں روکا۔ بلکہ ہمیشہ برملا اس حکومت کے خلاف اپنی نفرت کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو خود تو تحقیق کے میدان میں قدم رکھتے نہیں بلکہ

ظہیر جیسے کذابوں کی تحریرات کو ہی حق سمجھ کر اہلِ حق سے عناد شروع کر دیتے ہیں۔ صحیح صورتِ حال یہی ہے کہ خود وہابیوں نے انگریز کی خوشامد کی ہے۔ اس کی حکومت کو مضبوط بنانے کی کوشش کی ہے۔

اگر اب بھی کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں شک ہو تو ہم ظہیر کے ایک اور بزرگ مولوی محمد حسین بٹالوی کی ایک کتاب "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے چند اقتباسات پیش کر دیتے ہیں تاکہ معاملہ کی نوعیت نکھر کر سامنے آجائے۔ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ امابعد یہ رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد میں نے دو غرضیں پیش نظر رکھ کر تالیف کیا ہے۔ اوّل یہ کہ ناواقف اہلِ اسلام جہاد کے متعلق مسائل و شروط اسلام سے واقف ہوں اور اقوامِ غیر سے جنگ کرنے کو صرف اس نظر سے کہ وہ مخالفِ اسلام ہیں شرعی جہاد سمجھ کر اس میں شامل ہونے کو دین نہ سمجھ لیں، جب تک کہ اس جنگ میں ان شرائط کا وجود جو شرعی جہاد کے لیے اسلام میں مقرر ہیں ثابت نہ کر لیں اور اس تحقیق شرائط و علم مسائل کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ بلوے و فساد سے بچے رہیں نہ اپنے جان و مال کو بے موقع تلف کریں اور نہ لوگوں کی ناحق خونریزی کریں۔

دوسری غرض یہ کہ اقوامِ غیر اور گورنمنٹ جن کے ظلِ حمایت میں

اہلِ اسلام کی نسبت یہ گمان نہ کریں کہ صرف مذہبی مخالفت کی نظر سے اقوامِ غیر کے ساتھ لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا اور لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا اور زورِ شمشیر سے اسلام پھیلانا ان کے مذہب اسلام کی ہدایت سے ہے۔

ان دونوں غرضوں کا نتیجہ یہ ایک غرض ہے کہ حاکم و محکوم اور عام رعایا اور خاص اہلِ اسلام میں رابطہ اتحّاد پیدا ہو اور ملک میں ہمیشہ امن و امان قائم رہے۔ (اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱-۲)

۲- نتیجہ مسئلہ اولیٰ:

اس مسئلہ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کمال اور مُسلمانوں کی نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہیں مُسلمانوں کو اگر دین سے روک نہ ہو تو صرف عبادت سے ان کی نجات وکمال ایمان متصوّر ہے۔ لہٰذا اقوامِ غیر کا مُسلمانوں کی نسبت یہ گمان کہ جو ان میں پکّا اور مذہب کا سچّا ہوگا وُہ اپنے مخالفینِ مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہوگا۔ محض غلط و بہتان ہے جو مذہبِ اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۹)

۳- نتائج مسئلہ دوم:

مسئلہ دوم اور اس کے دلائل آیات و احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اقوامِ غیر کا مذہب اسلام کی نسبت یہ گمان کہ وُہ صرف مذہبی ناگواری سے لڑنا سکھاتا اور جبراً اپنی تسلیم و اشاعت چاہتا ہے غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی ہے۔

(ا)- ایسا ہی بعض ناواقف مسلمانوں کا ہر ایک مخالف مذہب سے صرف مخالفت مذہبی کی نظر سے لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا (جیسا کہ سرحدی ناواقف مُسلمانوں کا دستور ہے) غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی ہے۔

(ب)- جو مخالفینِ اسلام کسی کے مذہب سے تعرض کرنا جائز نہ سمجھیں، اور اس امر کو خواہ بمقتضائے مداہنت خواہ بہ ہدایت مذہب خواہ بحکم عقل و اصُولِ سلطنت بہت بُرا سمجھیں (جیسا کہ برٹش گورنمنٹ کا حال و چال ہے) ان سے مذہبی جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱۸)

۴- تیسرا مسئلہ:

جس شہر یا ملک میں مُسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وُہ شہر یا ملک "دارالحرب" نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مُسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوامِ غیر نے اس پر تغلب سے تسلّط پالیا

ہو۔ (جیسا کہ ملک ہندوستان ہے) تو جب تک اس میں ادائے شعائر اسلام کی آزادی رہے وہ بحکم حالت قدیم "دارالاسلام" کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوامِ غیر کے قبضہ و تسلّط میں ہو۔ مسلمانوں کو ان ہی لوگوں کی طرف سے ادائے شعائر مذہبی کی آزادی ملی ہو تو وہ بھی دارالاسلام اور کم سے کم "دار السلم والامان" کے نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے۔ ان دونوں حالتوں اور ناموں کے وقت اس شہر یا ملک پر مسلمانوں کو چڑھائی کرنا اور اس کو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہیں ہے اور جو مسلمان اس ملک یا شہر میں باامن رہتے ہوں ان کو اس ملک یا شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں بلکہ اور ملکوں اور شہروں سے (متبرک کیوں نہ ہوں) جہاں ان کو امن و آزادی حاصل نہ ہو ہجرت کر کے اس ملک میں آ رہنا موجب قربت و ثواب ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۱۹)

۵۔ مسئلہ سوم کے نتائج :

(۱)۔ اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے۔ اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا، مہدی سوڈان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی

و چڑھائی کرنا جائز نہیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۲۵)

۶۔ مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتائج :

ان مسائلِ اربعہ اور ان کے دلائل کے نتائج بیان کرنے سے پہلے دو امر واقعی نفس الامری کا بیان ضروری ہے۔

امر اوّل یہ کہ ملک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلّط ہے۔ کوئی ذی شوکت سلطنت اس قبضہ و تسلّط کی مزاحم نہیں ہے

امر دوم یہ کہ مسلمان جو ہندوستان میں اقامت گزین ہیں تین قسم میں منقسم ہیں۔

قسم اوّل : اسلامی ریاستوں کے رئیس بااختیار (جیسے رئیس ٹونک، رئیس رام پور، رئیسہ بھوپال، رئیس حیدر آباد وغیرہ)۔

دوم : ان رئیسوں کی ماتحت رعایا :

قسم سوم : خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہیں ان تینوں اقسام سے ہر ایک برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ و لڑائی کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اوّل نے تو گورنمنٹ سے صریح لفظی اور حقیقی عہد لکھ دیا ہے کہ وہ گورنمنٹ سے کبھی مخالفت نہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے

مددگار رہیں گے اور ایسا ہی اس وقت تک کرتے رہے ہیں، قسم دوم کا عہد ان کے رئیسوں کے عہد میں داخل و شامل ہے۔ یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ کبھی مسلمانوں کا ذمّہ ایک ہوتا ہے۔ ادنیٰ شخص کسی سے عہد کر لے اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اوروں کو اس عہد کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ پس چہ جائیکہ اعلیٰ طبقہ قوم کے رئیسوں اور سرداروں نے کسی کو عہد و امان دے دیا ہو۔

قسم ثالث سے بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تحریراً و تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرتے ہیں اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اہلِ حدیث داخل ہیں جنہوں نے سر ہنری ڈیوس صاحب بہادر کے عہدِ لیفٹیننٹ گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا جس پر ۱۸۷۶ء میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکلر بھی ان کی تصدیق و تائید میں مشتہر ہوا تھا۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۴۷-۴۸)

۷- ان مسائل (نمبر ۴، ۵، ۶، ۷) سے اور ان کے دلائل سے بلحاظ ان

دو امور واقعیہ کے صاف اور یقینی طور پر ایک یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان کے تینوں قسم کا (جب تک کہ وہ اپنے عہدوں پر، لفظی و حقیقی ہوں خواہ معنوی و حکمی، اصلی ہوں خواہ ضمنی) قائم رہیں اور اس گورنمنٹ کے ماتحت رہیں اور ان عہدوں کو علانیہ طور پر اٹھا کر یا حکومت گورنمنٹ سے باہر جا کر اپنے ارادہ مخالفت سے برملا گورنمنٹ کو اطلاع نہ دیں) اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۴۹)

۸- یہی وجہ تھی کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے۔ اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے (جن کے امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے کسی کو اونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۵۰)

۹- ان دو نتیجوں سے یہ ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی

شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت وجمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی اُمید کر سکیں۔

(اقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۷۴)

ہم نے مولوی محمد حسین بٹالوی جو کہ وہابیہ کے ہاں ایک بڑی محترم شخصیت ہے جس نے انگریز حکومت کو درخواست دے کر اپنے لیے "وہابی" کی بجائے "اہلِ حدیث" نام الاٹ کرایا تھا کی اس کتاب سے صرف اقتباسات پیش کیے ہیں جن سے بخوبی واضح ہو گیا کہ انگریز کی دلالی کرنے والے "وہابی" تھے نہ کہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ۔

ظہیر نے تحریکِ خلافت اور تحریک ترکِ موالات میں حصہ نہ لینے کو بھی "امام احمد رضا کی انگریز ایجنٹی" کی دلیل بنایا ہے۔ حالانکہ اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو امام کی فراست، دُور اندیشی اور دو قومی نظریہ پر پختہ یقین جھلکتا نظر آتا ہے۔ تحریکِ خلافت ہو یا تحریک ترکِ موالات دونوں کی قیادت گاندھی کے پاس تھی۔ اس وقت جب کہ اکثر مسلمان ہندوؤں کے جال میں پھنس کر ہندو کو خوش کرنے کے لیے گائے کی قربانی بھی ترک کرنے کا اعلان کر چکے تھے۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی ذات نے

ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا کہ جس طرح انگریز مسلمان کا دُشمن ہے اسی طرح ہندو بھی مسلمان کا دُشمن ہے۔

مشہور محقق ڈاکٹر مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں:

"فاضل بریلوی، ترکِ موالات کے نتیجہ میں ہونے والے ہندو مسلم اتحاد کے سخت مخالف تھے ان کی آنکھیں وُہ کچھ دیکھ رہی تھیں کہ دُوسری آنکھوں نے وُہ نہ دیکھا، ان کا ذہن صائب وُہ کچھ سوچ رہا تھا کہ اس طرف دُوسروں نے رُخ بھی نہ کیا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد کے مؤید اور ہمارے محترم بزرگ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جب فاضل بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تحریک میں شمولیت کی دعوت دی تو فاضل بریلوی نے صاف صاف فرمادیا:"

"مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں میں مخالف ہوں۔" اس جواب سے علی برادران کچھ ناراض سے ہو گئے تو فاضل بریلوی نے تالیف قلب کے لیے مکرر ارشاد فرمایا:

"مولانا میں ملکی آزادی کا مخالف نہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔"

(فاضل بریلوی اور تحریک ترکِ موالات، انوارِ رضا ص ۴۷۵)

الحمد للہ قائدِ اعظم محمد علی جناح اور حضرت علامہ اقبال نے قیامِ پاکستان کا مطالبہ کر کے امام صاحب کے موقف کی حقانیت کو پوری دُنیا سے منوایا

کہ ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور قادیانیت

ظہیر نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو قادیانی ثابت کرنے کے لیے یہ لکھا ہے

"یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان کا استاد مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا"

(بریلویت مترجم ص ۱۴)

لعنۃ اللہ علی الکاذبین ، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے ایک استاد محترم کا نام مرزا غلام قادر بیگ ضرور تھا ، لیکن یہ الگ شخصیت تھے ، جب کہ قادیانی کا بھائی ایک الگ شخصیت تھا ۔ ظہیر کے حواریوں پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کریں ۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ
وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ [1]

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے ملاحظہ ہو ۔

(اندھیرے سے اُجالے تک ص ۹۷ تا ۱۰۱)

بالفرض اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ امام احمد رضا رحمہ اللہ

[1] پ۱ البقرہ آیت نمبر ۲۴

نے کچھ عرصہ مرزا قادیانی کے بھائی سے بھی پڑھا ہے تو اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا ۔ اگر کوئی یہ نتیجہ بیان کرے کہ چونکہ جو مذہب استاد کا ہوتا ہے وہی مذہب شاگرد کا بھی ہوتا ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے ۔

ہندوستان میں آج بھی لاکھوں مسلمان بچے سکولوں ، کالجوں میں ہندوؤں اور سکھوں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ۔ کیا ان تمام بچوں کو ان کے اساتذہ کی وجہ سے ہندو اور سکھ کہا جائے گا ۔

قائدِ اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال مرحومین جیسی شخصیات نے بھی انگلینڈ میں غیر مسلموں سے تعلیم حاصل کی ہے کیا ان کو بھی غیر مسلم کہا جائیگا ۔

آج بھی ملک پاکستان سے ہزاروں افراد جدید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مغربی ممالک کا سفر کرتے ہیں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان میں شاید ہی کوئی مسلمان ہو ۔ تقریباً سبھی اساتذہ عیسائی ، یہودی اور دوسرے قسم کے لوگ ہوتے ہیں کیا ان تمام حضرات کو ان کے اساتذہ کی وجہ سے عیسائی ، یہودی اور دہریہ کہا جائے گا یا کہ ہر آدمی کے عقیدہ و ایمان کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے گا ۔

اوّل تو یہی بات غلط ہے ، دھوکہ ہے ، فراڈ ہے کہ مرزا قادیانی کا بھائی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا اُستاد تھا ۔ بالفرض اگر ایسی صورتِ حال ہو بھی پھر بھی قادیانیت کے متعلق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ معلوم کیے بغیر

"قادیانیت" کا الزام ان کے سر پہ رکھنا انتہائی درجہ کی کمینگی ہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کسی بھی مقام پہ مرزا قادیانی کو اچھے الفاظ سے یاد کیا ہوتا یا اس کے کفر میں توقف ہی فرمایا ہوتا تب تو ظہیر اور اس کے ہمنواؤں کا الزام قابلِ توجہ ہوتا لیکن امام نے تو مرزا قادیانی کا نام لے کر جا بجا تکفیر فرمائی ہے اس کو مرتد قرار دیا ہے آپ کے ایک مستقل رسالہ کا نام ہے:

قَهْرُ الدَّيَّانِ عَلٰى مُرْتَدٍّ بِقَادِيَان۔

قادیان کے مرتد پر خدا کا قہر۔

ایک اور تصنیف کا نام ہے:

اَلْجُرَازُ الدَّيَّانِيُّ عَلَى الْمُرْتَدِّ الْقَادِيَانِي۔

قادیانی مرتد پر خدائی تلوار۔

قادیانیوں کے متعلق امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ مندرجہ بالا دونوں تصنیفات کے ناموں سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔

۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ کو عبدالواحد خاں صاحب نے سوال پوچھا "قادیانیوں سے کس طرح کسی پیرایہ میں بحث کی جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں"۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جو جواب ارشاد فرمایا وہ ملاحظہ ہو۔

الجواب: سب میں بھاری ذریعہ اس کے رد کا اوّل اوّل کلمات کفر پر گرفت ہے۔ جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح اپلے گہلے پھر رہے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین۔ عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں ان کی ماں طیّبہ طاہرہ پر طعن، اور یہ کہنا کہ یہود کے جو اعتراض عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کی ماں پر ہیں، ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوّتِ عیسیٰ (علیہ السلام) پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدمِ نبوّت پر دلیل قائم ہے، یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے، معجزاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صراحۃً انکار اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے کچھ کیا کرتے تھے اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسیٰ (علیہ السلام) سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآنِ مجید آیاتِ بیّنات فرما رہا ہے۔ یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشین گوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے اور یہ کہنا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں نانیاں معاذ اللہ زانیہ تھیں۔ اور یہ کہ اسی خون سے عیسیٰ (علیہ السلام) کی پیدائش ہے، اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحی الٰہی آنے کا اِدّعاء کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلامِ الٰہی کہنا اور یہ کہ آیۃ کریمہ مُبَشِّرًا

"بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ[1]" سے ہیں مراد ہوں اور
یہ کہ مجھ پر اُترا ہے کہ :

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ بِالْقَادِیَانِ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۔

اور دُوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشین گوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں ، ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے ۔ مگر شانِ الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد ، بیٹی پیدا ہوئی اس کے اُوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وُہ انبیاء کا چاند ہوگا ، بیٹی بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں ۔ اب کی ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مرگیا ، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی ، دُوسری بہت بڑی بھاری پیشین گوئی آسمانی جورو کی اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی مُحمّدی میرے نکاح میں دے دے ۔ اس نے صاف انکار کر دیا ۔ اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ زوجنٰکھا ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا ۔ اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دُوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا ۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سُنی ۔ سلطان مُحمّد خاں سے نکاح کر دیا ۔ وُہ آسمانی نکاح دھرا

[1] پ ۲۸ الصف ۶

ہی رہا نہ وُہ شوہر مرا کتنے بچے اس سے ہو چکے اور یہ چل دیئے ، غرض اس کے کفر و کذب حدِ شمار سے باہر ہیں ۔ کہاں تک گنے جائیں اور اسکے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں اور بحث کریں گے تو کاہے ہیں کہ عیسیٰ[1] نے انتقال فرمایا مع جسم اُٹھائے گئے یا صرف رُوح مہدی و عیسیٰ (علیہ السلام) ایک ہیں یا متعدد یہ ان کی عیاری ہوتی ہے ۔ ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر فرض کیجیے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں ، فرض کیجیے کہ وُہ مع جسم نہیں اُٹھائے گئے ۔ فرض کیجیے کہ مہدی و عیسیٰ ایک ہیں پھر اس سے وُہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے ۔ کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں ۔ ہم کہتے ہیں تو کافر ، اس کا فیصلہ ہونا چاہیے ، انبیاء کی توہینیں ، انبیاء کی تکذیبیں ، معجزات سے استہزاء نبوّت کا ادعاء اور پھر دُوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا ، آسمانی جورو ، یہ تیری تکفیر و تکذیب کو کافی ہیں ۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱)

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا فتویٰ پڑھنے کے بعد بھی اگر ظہیر اور اس کے پیچھے امام کو قادیانی یا قادیانی نواز کہیں تو ہم اس کے جواب میں یہی عرض کریں گے ۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن ۔

[1] علیہ السلام

اگر قادیانیت نوازی دیکھنی ہو تو "باب اوّل" میں ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری کے حالات ایک بار پھر پڑھ لیجیے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور شیعیت

ظہیر نے امام احمد رضا رحمہ اللہ پر شیعیت کا الزام لگاتے ہوئے کہا:

"اُن کا تعلّق شیعہ خاندان سے تھا، انھوں نے ساری عمر تقیہ کیے رکھا اور اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دی تاکہ وُہ اہلِ سُنّت کے درمیان شیعہ عقائد کو رواج دے سکیں۔"

(بریلویت مترجم ص ۴۵)

پھر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شیعیت ثابت کرنے کے لیے مندرجہ ذیل سات دلائل بھی دیے ہیں:

۱۔ ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسمائے سے مشابہت رکھتے ہیں انکا شجرہ نسب ہے احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔

۲۔ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔

۳۔ انہوں نے مُسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشرواشاعت میں بھرپُور کردار ادا کیا۔

۴۔ انہوں نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہلِ سُنّت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔

۵۔ انہوں نے شیعہ کے اماموں پر مبنی سلسلہ بیعت کو بھی رواج دیا۔

۶۔ وُہ امام باڑوں کے ابجدی ترتیب سے ہر نام تجویز کرتے رہے۔

۷۔ انہوں نے شیعہ کے اماموں کی شان میں شیعوں کے انداز میں مبالغہ آمیز قصائد بھی لکھے۔

قبل اس کے کہ ہم مندرجہ بالا سات دلائل کا تجزیہ کریں امام احمد رضا[1] کی ایک زندہ کرامت پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

موجودہ دَور کی ایک دہشت گرد مذہبی تنظیم "انجمن سپاہِ صحابہ" کے موجودہ سربراہ ضیاء الرحمٰن فاروقی پہلے ہم اہلِ سُنّت کے خلاف سخت ترین زبان استعمال کرتے تھے اور یہاں تک کہہ جاتے تھے کہ احمد رضا کے شیعہ ہونے پر میرے پاس ستائیس دلیلیں موجود ہیں۔ لیکن اللہ کی شان دیکھیے کہ جب اس تنظیم نے شیعہ کے خلاف بھرپُور آواز اُٹھائی تو ان کے کفر کو ثابت کرنے کے لیے سہارا ملا تو وُہ بھی امام احمد رضا رحمہ اللہ کا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ امام کی زندہ کرامت ہے کہ جو لوگ پہلے امام احمد رضا[1] کو شیعہ کہتے نہ تھکتے تھے آج شیعوں کے خلاف امام کے مجاہدانہ کردار

[1] رحمۃ اللہ علیہ

کی تعریف کرتے ہوئے نہیں تھکتے۔

شیعوں کا اہلِ سُنّت کے ساتھ بہت سے مسائل میں نزاع ہے جن میں سے چند یہ ہیں :

۱- شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں جب کہ اہلِ سُنّت ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر سمجھتے ہیں۔

۲- شیعہ حضرت ابُوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافتِ حقہ، صحابیت اور ایمان کے بھی منکر ہیں جب کہ اہلِ سُنّت سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔

۳- شیعہ مرتبہ امامت کو مرتبہ نبوت سے بلند سمجھتے ہیں اسی لیے وہ اپنے آئمہ کی اطاعت فرض قرار دیتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت کے ہاں امامت کا قطعاً کوئی تصور نہیں ہے اور غیر نبی کو نبی سے افضل سمجھنا بھی کفر ہے۔ اہل سنت آئمہ اہل بیت کی اطاعت کو فرض نہیں سمجھتے۔ ہاں اہل بیت کی محبت کو ذریعہ نجات ضرور سمجھتے ہیں۔

۴- وُہ اصحابِ ثلاثہ کو مرتد ملعون (معاذ اللہ) تک کہہ دیتے ہیں جبکہ اہلِ سُنّت خلفاء ثلاثہ سمیت اہلِ بیت اطہار کی محبّت وعقیدت کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔

۵- شیعہ کا کلمہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَّلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَخَلِیْفَتُہٗ بِلَا فَصْلٍ۔ جبکہ اہلِ سُنّت کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ہے۔

۶- شیعہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو تسلیم کرتے ہیں اور حضرت سیّدہ زینب حضرت سیّدہ رقیہ اور حضرت سیّدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہن کے متعلّق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی صاحبزادیاں ہونے کے منکر ہیں جب کہ اہلِ سُنّت ان چاروں کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی صاحبزادیاں تسلیم کرتے ہیں۔

۷- شیعہ کی احادیث الگ ہیں جب کہ اہلِ سُنّت کی احادیث الگ۔

۸- شیعوں کی فقہ الگ، فقہ کے اصُول الگ، جب کہ جملہ اہلِ سُنّت کی فقہ اور اصُول الگ۔

یہ ہیں اہلِ سُنّت کے ساتھ شیعوں کے چند موٹے موٹے اختلافات۔

اگر امام احمد رضا رحمہ اللہ نے اہلِ سُنّت اور شیعہ کے مابین متنازعہ مسائل میں شیعہ کے موقف کی تائید کی ہوتی تو ظہیر کا الزام قابلِ توجّہ ہوتا۔

لیکن ہم پُورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ امام نے جہاں بھی ان متنازعہ مسائل میں سے کسی مسئلہ کے متعلّق قلم اٹھایا ہے تو ان بدبخت شیعوں کے عقائد و نظریات کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیے ہیں۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ان متنازعہ مسائل میں سے کسی بھی ایک مسئلہ میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے شیعہ موقف کی حمایت ثابت کر دیجیے

اور مبلغ دس ہزار روپیہ انعام حاصل کیجیے۔

شیعوں رافضیوں کے متعلّق امام احمد رضا رحمہ اللہ کی رائے ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرتد ہے۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل کو ہمارا رسالہ "ردالرفضۃ" بحمداللہ کافی و وافی، یہاں دوچار سندوں پر اقتصار، درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹۔

"کُلُّ مُسْلِمٍ ارْتَدَّ فَتَوْبَتُهٗ مَقْبُوْلَةٌ اِلَّا الْکَافِرَ بِسَبِّ نَبِیٍّ اَوِ الشَّیْخَیْنِ اَوْ اَحَدِهِمَا"

(ہر وُہ مسلم جو مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ قبول کرلی جائیگی سوائے اس کے جو کسی نبی یا شیخین یعنی ابُوبکر وعمر یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو گالی بکنے کے سبب سے کافر ہوا ہو)۔

ایضاً ص ۲۲۰۔ مَنْ سَبَّ الشَّیْخَیْنِ اَوْطَعَنَ فِیْهِمَا کَفَرَ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ۔

جن نے شیخین یعنی حضرت ابُوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو گالی بکی یا ان میں طعن کیا تو اس نے کفر کیا اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

(فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اوّل ص ۱۳۵)

فِی الرَّوَافِضِ مَنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلَی الثَّلٰثَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فَمُبْتَدِعٌ وَاِنْ اَنْکَرَ خِلَافَةَ الصِّدِّیْقِ اَوْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهُوَ کَافِرٌ۔

رافضیوں میں سے جس نے حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دی وُہ تو بدعتی ہے اور جس نے حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر یا حضرت سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کیا تو وُہ کافر ہے۔

اس کے بعد چند مزید حوالے نقل کرنے کے بعد فرمایا:

اَجْمَعَ عُلَمَآءُ الْاَعْصَارِ عَلٰی اَنَّ مَنْ شَكَّ فِیْ کُفْرِهِمْ کَانَ کَافِرًا۔

ہر زمانہ کے علماء کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ جو شخص ایسے رافضیوں کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر ہو جائے گا۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۳۶-۳۷)

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

امّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قذف کفرِ خالص ہے، صدّیقِ اکبر[1] کی صحابیت کا انکار کفر خالص ہے۔ اسی طرح تبرائیانِ زمانہ میں اور بھی کفر و ارتداد کی قطعی وجوہ ہیں جن کی تفصیل "رُد الرفضۃ" میں ہے اور ان کا کافر و مرتد ہونا عامہ کتب (پھر تقریباً ۴۰ کتب کے نام درج ہیں) وغیرہا سے ثابت و روشن ہے۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۶ ص ۲۵)

[1] رضی اللہ عنہ

کیا اس طرح ڈنکے کی چوٹ رافضیوں، تبرائی شیعوں کو کافر، مرتد قرار دینے والا شیعہ ہو سکتا ہے نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ کہنے پر اصرار کرے تو اسے یہی کہا جاسکتا ہے۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

جہاں تک اہلِ بیتِ اطہار سے والہانہ محبت اور عقیدت کا تعلق ہے تو اس تعلق پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ناز ہے اور ہر سچے سُنّی کو بھی۔ کیونکہ نبی مکرم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ وَھُوَ اٰخِذٌ بِبَابِ الْکَعْبَۃِ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ رَوَاہُ اَحْمَدُ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت سیدنا ابُوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر فرمایا کہ میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا آگاہ رہو۔ تم میں میری اہلِ بیت کی مثال ایسے ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی، جو بھی اس میں سوار ہو گیا بچ گیا اور جو پیچھے رہ گیا تباہ

ہو گیا۔ (جس نے میرے اہلِ بیت سے محبت کی وُہ تو نجات پا گیا، اور جس نے محبت نہ کی وُہ تباہ و برباد ہو گیا)۔

۲۔ اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ۔

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ شریف ص ۵۷۳ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: **اللہ** جل جلالہ کی محبت کے لیے مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کے لیے میری اہلِ بیت سے محبت کرو۔

۳۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّتِہٖ یَوْمَ عَرَفَۃَ وَھُوَ عَلٰی نَاقَتِہِ الْقَصْوَاءِ یَخْطُبُ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۹ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے موقع پر یوم عرفہ میں اپنی اُونٹنی قصوا۔ پر خطاب فرماتے ہوئے سُنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے تھے:

اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک **اللہ**

کی کتاب ہے اور دُوسری میری اولاد میرے اہلِ بیت۔

۴۔ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فِیْنَا خَطِیْبًا بِمَآءٍ یُدْعٰی خُمًّا بَیْنَ مَکَّۃَ وَالْمَدِیْنَۃِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ وَوَعَظَ وَذَکَّرَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ اَلَا یَاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبُ وَاَنَا تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِکُوْا بِہٖ فَحَثَّ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَرَغَّبَ فِیْہِ ثُمَّ قَالَ وَاَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ کِتَابُ اللّٰہِ ھُوَ حَبْلُ اللّٰہِ مَنِ اتَّبَعَہٗ کَانَ عَلَی الْھُدٰی وَمَنْ تَرَکَہٗ کَانَ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔

(رواہ مسلم۔ مشکوۃ شریف ص ۵۶۸ باب مناقب اہل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ کے درمیان خم نامی پانی کے کنوئیں کے قریب خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے جلوہ گر ہوتے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، وعظ و نصیحت

فرمائی پھر ارشاد فرمایا امّا بعد! اے لوگو میں بھی بشر ہوں عنقریب میرے پاس اللہ کا بھیجا ہوا (ملک الموت) آئے گا میں اسکی دعوت کو قبول کر لوں گا۔ میں تمہارے درمیان دو بہت بھاری (عظیم الشان) چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہُوں ان میں پہلی تو اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نُور ہے۔ پس تم کتاب اللہ کو تھامے رکھو۔ اس کے دامن سے وابستہ رہو۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر عمل کے لیے برانگیختہ فرمایا اور ترغیب دلائی پھر فرمایا۔ دُوسری چیز میری اہلِ بیت ہے۔ میں تمہیں اپنی اہلِ بیت کے حقوق کے متعلق خُدا یاد کراتا ہُوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ کتاب اللہ ہی حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے۔ جس نے اس کی اتّباع کی وُہ ہدایت پاگیا اور جس نے اس کو چھوڑا گمراہ ہوگیا۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ کا اور اہلِ بیت کا ایک مرتبہ ہے جیسے اس کی تعظیم چاہیے ویسی ہی ان کی تعظیم چاہیے اور جیسے کلام اللہ سبب ہدایت کا ہے ویسے ہی اہلِ بیت سبب ہدایت کے ہیں چنانچہ

یہی سبب ہے کہ اولیاء اللہ کے طریقہ سب اہلِ بیت پر منتہی ہوئے ہیں۔

(تذکیرالاخوان - تقویۃ الایمان ص ۱۴۷ مطبوعہ میر محمد کراچی)

مندرجہ بالا ارشاداتِ مقدسہ سے معلوم ہوا کہ اہلِ بیت سے محبت وعقیدت خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دلیل ہے اور اس محبت وعقیدت کا حکم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفہ کے دن بھی صادر فرمایا اور وہاں سے مدینہ منورہ واپسی پر غدیرِ خم کے مقام پر جہاں راستے متفرق ہوتے ہیں بھی دیا تاکہ ایمان والے کبھی بھی اہلِ بیتِ اطہار کے متعلق بد گمانی کا شکار نہ ہونے پائیں اور جس شخص کو اہلِ بیت سے محبت وعقیدت نہ ہو وہ گمراہی کا شکار رہے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے جابجا ائمہ اہلِ بیت کی تعریف کر کے اپنے کامل الایمان ہونے کا ثبوت فراہم فرمایا ہے، جب کہ ظہیر نے اس کو شیعیت قرار دیکر اپنے گمراہ ہونے کا ثبوت دیا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے مناقب اہلِ بیت تحریر کرنے کے بعد تحریر کیا:

"اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہلِ بیت کے یہ مناقب حسنین، فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص ہیں یا ان کی اولاد کو بھی شامل ہیں۔ جمہور کے نزدیک وُہ فضائل جو خاص ان کے نام پر آئے ہیں۔ مثلاً

حسن وحُسین (رضی اللہ عنہما) جوانانِ جنت کے سردار ہیں، وُہ تو متجاوز نہیں۔ لیکن وُہ الفاظ جو بصیغۂ عموم آئے ہیں وُہ متجاوز ہیں اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قیامت تک کی اولاد کو شامل ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت[1] نے امام مہدی علیہ السلام کو اہلِ بیت میں سے قرار دیا ہے۔ حالانکہ آنحضرت[2] اور ان کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ اور حسب نسب کا ایک عظیم سلسلہ ہے۔ جب وُہ آلِ رسُول ہیں تو وُہ سادات جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے زمانہ سے تا ظہورِ مہدی دُنیا میں گزر چکے ہیں یا گزریں گے یا فی الحال موجود ہیں قلت وسائط کے باعث بالاولیٰ اہل بیت میں داخل ہیں بشرطیکہ ان کا اعتقاد وعمل قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔"

(ابقاء المنن ص ۳۶ - ۳۷)

ظہیر کے دلائل کا تجزیہ

ظہیر نے امام احمد رضا رحمہ اللہ کی شیعیت پر پہلی دلیل یہ دی ہے کہ: ان کے آباؤ اجداد کے نام شیعہ اسماء سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی۔

ظہیر کی بد باطنی اور شقاوت ملاحظہ ہو کہ اس نے ان ائمہ اہلِ بیت کو شیعہ کے ائمہ قرار دیا اور اہلِ سُنّت کا ان مقدس ہستیوں سے تعلق ہی ختم کر دیا۔

[1] صلی اللہ علیہ وسلم [2] علیہ الصلوٰۃ والسلام

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

جب کہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ نے تو ان مقدّس ہستیوں کا صرف نام استعمال کیا ہے ان ائمہ کی طرف کذب وافترا منسوب کیا ہے۔ جب کہ درحقیقت یہ ائمہ کرام خود بھی اہلِ سُنّت تھے اور اہلِ سُنّت ہی کے اکابر تھے۔

آج بھی مسجد نبوی شریف کے دونوں صحنوں میں اُوپر کی جانب چاروں طرف عشرہ مبشرہ اور ائمہ اربعہ کے ساتھ ساتھ ائمہ اثنا عشر، ائمہ اہل بیت کے اسمآء کرام بھی جلی حروف میں کندہ ہیں۔ اگر یہ ائمہ اثنا عشر شیعوں کے امام ہوتے اور اہلِ سُنّت سے ان کا تعلّق نہ ہوتا تو مسجد نبوی میں ان کے اسمآء گرامی نہ نقش ہوتے۔

اگر ائمہ اہل بیت کے ناموں پر نام رکھنا شیعیت کی دلیل ہے تو ظہیر اور اس کے پیچھے مندرجہ ذیل مولوی صاحبان کے متعلّق کیا فتویٰ صادر کریں گے۔

۱۔ محمّد حسین شیخوپوری ۲۔ محمّد حُسین بٹالوی ۳۔ میاں نذیر حُسین دہلوی۔

نواب صدّیق حسن خاں بھوپالی نے اپنا شجرہ نسب یوں تحریر کیا ہے

صدّیق بن حسن بن علی بن لُطف اللہ بن عزیز اللہ بن لُطف علی بن علی اصغر بن سیّد کبیر بن تاج الدّین بن جلال رابع بن سیّد راجو شہید بن سیّد جلال

ثالث بن حامد کبیر بن ناصر الدّین محمود بن جلال الدّین بخاری معروف بمخدوم جہانیاں جہاں گشت بن احمد کبیر بن جلال اعظم گل سُرخ بن علی موٴید بن جعفر بن احمد بن مُحمّد بن عبداللہ بن علی اشقر بن جعفر زکی بن علی نقی بن مُحمّد نقی بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن مُحمّد باقر بن علی زین العابدین بن حسین سبط بن فاطمہ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

گویا میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تینتیس نفوس کا واسطہ ہے اور ان میں سے آٹھ ائمہ اہل بیت ہیں جن کا شمار ائمہ اثنا عشر میں ہوتا ہے۔

(خود نوشت سوانح حیات نواب مُحمّد صدّیق حسن خاں (بطرز جدید) المعروف با بقاء المنن ص ۲۸ - ۲۹)

ایک جگہ ان ائمہ اثنا عشر کا تذکرہ یوں کیا۔

میرے نسب میں بارہ ائمہ اہلِ بیت میں سے آٹھ تو متصل آتے ہیں اور وُہ سب ساری اُمّت کے پیشوا تھے۔

(ابقاء المنن ص ۲۹۸ - ۲۹۹)

معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت کو شیعہ کے حوالہ کرنا ظہیر اور اس کے حواریوں کا ہی دل گردہ ہے۔ جب کہ درحقیقت وُہ ساری اُمّت کے پیشوا تھے۔ اور ان کے ناموں پر محبّت وعقیدت سے نام رکھنا ایمان

کی علامت ہے۔

ظہیر نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شیعیت پر دُوسری دلیل دیتے ہوئے کہا:

بریلویوں کے اعلیٰ حضرت نے امّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف نازیبا کلمات کہے ہیں۔ عقیدہ اہل سُنّت سے وابستہ کوئی شخص ان کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا اپنے ایک قصیدے میں لکھا ہے:

تنگ وچست ان کا لباس اور جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر

(حدائق بخشش جلد ۳ صفحہ ۳۲) (العیاذ باللہ)

ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ظہیر کے دل میں ذرّہ بھی خُدا کا خوف نہ تھا اسی لیے اس نے امّ المؤمنین کے ایک غلام پر یہ بیہودہ الزام عائد کردیا۔

حوالہ دیتے ہوئے اس نے حدائق بخشش جلد سوم کا نام لیا ہے۔ حالانکہ دُنیا جانتی ہے حدائق بخشش ۲ جلدوں میں کامل ہے۔ یہ تیسری جلد نہ امام نے مرتّب فرمائی نہ ہی امام کی زندگی میں شائع ہوئی۔

کسی اور شخص نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد امام احمد رضا کے نام سے یہ تیسرا حصّہ شائع کردیا۔ جب اس حصّہ

کی اشاعت پر اس کا مواخذہ کیا گیا تو اس نے معذرت کرلی توبہ نامہ شائع کرادیا۔

کسی اور شخص کا جُرم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے سر تھوپنا وہابی منطق تو ہوسکتی ہے قرآن و سُنّت کے نظامِ عدل کے تحت تو امام کا دامن اس الزام سے بری ہے۔

نوٹ: اس توبہ نامہ کی پوری تفصیل علاّمہ اشرف قادری نے "اندھیرے سے اُجالے تک" کے صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۹ میں درج کردی ہے۔ مزید تحقیق کے شائق حضرات اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

حدائقِ بخشش جلد ۲ میں امام نے امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کو یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام
بنتِ صدّیق آرامِ جانِ نبی
اس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نُور جن کی گواہ
ان کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام

جن میں رُوح القدس بے اجازت نہ جائیں
اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ تاباں کاشانۂ اجتہاد
مفتیِ چار ملّت پہ لاکھوں سلام

ظہیر نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شیعیت پر تیسری دلیل دیتے ہوئے کہا انہوں نے مسلمانوں میں شیعہ مذہب سے ماخوذ عقائد کی نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

اس الزام پر ہم سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ہم پہلے ڈنکے کی چوٹ اعلان کر چکے ہیں کہ اہلِ سُنّت اور شیعہ کے مابین جتنے اختلافی مسائل ہیں ان میں سے کسی بھی ایک مسئلہ میں امام کے قلم سے اہلِ سُنّت کی مخالفت اور شیعہ کی حمایت ثابت کر کے مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام حاصل کیجیے۔

امام کی شیعیت پر چوتھی دلیل یہ دی گئی کہ:

جناب احمد رضا صاحب نے اپنی تصنیفات میں ایسی روایات کا ذکر کثرت سے کیا ہے جو خالصتاً شیعی روایات ہیں اور ان کا عقیدہ اہلسنّت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ الزام بھی صرف الزامات کی تعداد بڑھانے کے لیے عائد کیا گیا ہے۔ وگرنہ اس ظہیر نے جتنی بھی روایات

پیش کی ہیں علّامہ شرف قادری مدظلہ ان تمام روایات کو دیگر جلیل القدر سُنّی محدّثین کی کتب سے ثابت کر چکے ہیں۔

ملاحظہ ہو اندھیرے سے اجالے تک صفحہ نمبر ۱۲۱ تا ۱۳۶۔

پانچویں اور ساتویں دلیل امام کی شیعیت پر پیش کی گئی کہ ائمہ اہلبیت کی مدح کرتے رہے۔ ان کے ناموں سے سلسلہ بیعت رواج دیا گیا۔
اس کا جواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ائمہ اہلبیت کی محبت اور مدح سرائی ایمان کی علامت ہے جب کہ ان سے بغض گمراہی کی۔ لگے ہاتھوں بیعت کے متعلّق وہابیہ کے ایک نہایت اہم پیشوا نواب صدّیق حسن بھوپالی کی رائے بھی ملاحظہ ہو، وُہ لکھتے ہیں، شوکانی فرماتے ہیں:

فَعُلِمَ اَنَّهٗ يَتَاَكَّدُ عَلٰى كُلِّ شَخْصٍ لَيْسَ لَهٗ شَيْخٌ اَوْ اَخٌ صَادِقٌ اَنْ يَزِنَ اَفْعَالَهٗ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَ كَلَامِ الْاَئِمَّةِ لِيَنْظُرَ فِيْ رِبْحِهٖ وَخَرَافِهٖ۔

پس معلوم ہوا کہ جس شخص کا کوئی شیخ یا برادر صادق نہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وُہ اپنے افعال کتاب وسُنّت اور کلام ائمہ کے میزان پر تولتا رہے تا کہ اسے اپنے نفع ونقصان کا اندازہ ہو سکے۔
میرا حال یہ ہے کہ میں نے کسی کے ہاتھ پر بیعتِ ارادت نہیں کی اس لیے کہ مجھے قرآن وحدیث اور سلف صالح کی شروط کے موافق

کوئی شیخ میسّر نہیں آیا میں بیعت کے وجوب کا قائل تو نہیں البتہ اسے مستحب ضرور جانتا ہوں۔

(ابقاء المنن یعنی خود نوشت سوانح حیات نواب محمّد صدیق حسن ص ۹۸-۹۹)

الحمد للہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ بیعت میں وُہ ائمہ اہلبیت ہیں جو بقول نواب حسن ساری اُمّت کے پیشوا تھے۔

ظہیر نے چھٹی دلیل امام کی شیعیت پر یہ پیش کی ہے کہ وُہ شیعوں کے امام باڑوں کے ابجدی ترتیب سے ہر نام تجویز کرتے رہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ ایک مرتبہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ایک امام باڑہ کا تاریخی نام ضرور تجویز فرمایا۔ لیکن کاش ظہیر میں بات سمجھنے کا سلیقہ ہوتا تو وُہ اس واقعہ کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی شیعیت کی دلیل بنانے کی بجائے امام کی شیعہ دشمنی کی دلیل بناتا۔

قصّہ دراصل یہ ہے کہ شیعہ اپنے آپ کو رافضی کہلوانے سے بہت چڑتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھ کر امام باڑہ کا تاریخی نام تجویز کرنے والا واقعہ پڑھ کر امام کی ذہانت کی داد دیجیے۔

۱۲۸۶ھ میں امام احمد رضا بریلوی قدّس سرّہٗ کی عمر چودہ سال تھی۔ ایک شخص نے درخواست کی کہ امام باڑہ تعمیر کیا گیا ہے اسکا تاریخی نام تجویز کر دیجیے۔ آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا:

"بدر رفض" (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں۔ اس نے کہا امام باڑہ گذشتہ سال تیار ہو چکا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رفض نہ آئے۔ آپ نے فرمایا "دار رفض" (۱۲۸۵ھ) رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتدا ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی فرمایا "در رفض" مناسب رہے گا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت ص ۱۴۱)

امام احمد رضا[1] اور عصمت

ظہیر نے یہ بھی گلہ کیا ہے کہ بریلوی اپنے امام کو معصوم سمجھتے ہیں حالانکہ عصمت خاصہ نبوّت ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ العلی العظیم۔

یہ افترا محض ہے کہ ہم اہلسنّت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی کو معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں۔

بات صرف اتنی ہے کہ اکثر محقّقین کے نزدیک امام احمد رضا رحمہ اللہ کی جملہ تحقیقات بالکل درست اور عین کتاب وسُنّت کے مطابق ہیں۔

جب کہ بعض محقّقین نے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی، ان کے تفقہ کا اعتراف کرتے ہوئے، ان سے نیاز مندی کا دم بھرتے ہوئے بھی چند مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ مثلاً فقیہِ اعظم حضرت

[1] رحمۃ اللہ علیہ

مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ کا فتاویٰ نوریہ خطیبِ پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ مسئلہ سیاہ خضاب اور محدثِ جلیل حضرت مولانا غلام رسول صاحب سعیدی کی شرح صحیح مسلم۔
اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ ہم اپنے امام الشاہ احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کو نہ تو نبی سمجھتے ہیں اور نہ ہی معصوم عن الخطاء۔ اگر ایسا سمجھتے تو مندرجہ بالا تینوں بزرگوں کو کافر یا کم از کم گمراہ ضرور سمجھتے لیکن اختلاف مسائل کے باوجود ان تینوں بزرگوں کو اہلِ سنت ہی شمار کیا جاتا ہے۔

نوٹ: یہ الگ بحث ہے کہ محققین علماء مذکورہ تینوں بزرگوں کی تحقیق سے بھی اختلاف فرمائیں۔

ضروری نوٹ: ہم باب نمبر ۲ کو اسی پر ختم کرتے ہیں اگرچہ ظہیر نے امام کی علمیت پر بھی گفتگو کی ہے لیکن ہم نے قصداً اس بحث کو نہیں چھیڑا کہ اس الزام کا دندان شکن جواب استاذ العلماء حضرت مولانا اشرف قادری مدظلہ دے چکے ہیں۔
نیز علمیت نہ تو حقانیت کا معیار ہوتی ہے اور نہ ہی علوم سے عدمِ واقفیت گمراہی کا۔

باب ۳

وہابی عقائد

وہابی عقائد کی بنیاد محبوبانِ خدا کی توہین و تنقیص پر ہے۔ اور توحید کی تبلیغ کے نام پر یہی چیز جھلکتی نظر آتی ہے۔ ذیل میں ہم ان کے صرف چند عقائد پیش کر رہے ہیں جو ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرتے نظر آئیں گے۔

عقیدہ نمبر۱: برِصغیر میں وہابیت کے معمارِ اوّل مولوی اسمٰعیل دھلوی لکھتے ہیں:

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ [1]

ترجمہ: اور فرمایا **اللہ** تعالیٰ نے یعنی سورہ انبیاء میں اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر کہ اس کو یہی حکم بھیجا کہ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے سو بندگی کرو میری۔

یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے

[1] پ۱۷ الانبیاء ۲۵

یہی حکم لاتے ہیں کہ **اللہ** کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے ۔

(تفویۃ الایمان ص ۲۵ ۔مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

یہی دہلوی جی مزید لکھتے ہیں :

پھر ان سب سے **اللہ** صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تُو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو ۔

(تفویۃ الایمان ص ۲۷ ۔ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی) نیز لکھا :

وَاَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ ۔

ترجمہ : مشکوٰۃ کے باب الکبائر میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ معاذ بن جبل نے نقل کیا کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ شریک ٹھہرا **اللہ** کا کسی کو گو کہ مارا جاوے تُو اور جلایا جاوے تُو ۔ یعنی **اللہ** (جل جلالہ) کے سوا کسی کو نہ مان ۔

(تفویۃ الایمان ص ۲۷ - ۲۸)

ہم نے آپ کے سامنے تفویۃ الایمان کی ایک ہی مضمون کی تین عبارتیں پیش کی ہیں ۔ ان تینوں کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ

پر واضح ہو جائے گا کہ دہلوی جی نے کس چابکدستی سے محبوبانِ خدا کی عظمت و اہمیّت ختم کرنے کے لیے قرآن و سُنّت کا غلط ترجمہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا ۔

پہلی عبارت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا کا ترجمہ یوں کیا کہ "کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے میرے" اور پھر فَ کا نشان دیکر آیت کریمہ کی توضیح و تفسیر بھی یہی کہ "**اللہ** کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے"۔

حالانکہ لغت عرب میں الٰہ کا معنیٰ لائق عبادت، معبود تو ہے لیکن الٰہ کا معنیٰ "ماننے کے لائق" ہرگز ہرگز نہیں ہے ۔

ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے جو ترجمہ کیا ہے وُہ بھی پیشِ خدمت ہے اور جتنے رسُول ہم نے تجھ سے پہلے بھیجے ہیں ان سب کی طرف یہی پیغام ہم بھیجا کرتے تھے کہ بس میرے سوائے معبود برحق نہیں پس میری ہی عبادت کرو"۔

(ترجمہ و تفسیر ثنائی ص ۳۸۷)

سوچنے کی بات ہے کہ کیا مولوی اسمٰعیل دہلوی کو نہیں معلوم تھا کہ الٰہ کا معنیٰ کیا ہے ؟ یقیناً اسے معلوم تھا کہ اس لفظ کا معنیٰ "عبادت کے لائق" ہے ۔ "ماننے کے لائق" نہیں ۔ لیکن اگر وُہ صحیح ترجمہ کرتا تو اس مقام پر توہین و تنقیص والا زہر کس طرح مخلوقِ خدا کو پلاتا ۔

اب آیئے دیکھیں کہ کیا دہلوی کے بقول صرف **اللہ** تعالیٰ ہی کو ماننا چاہیے اور اس کے سوا کسی کو نہیں ماننا چاہیے یا معاملہ کچھ اور ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ

(پ۲ البقرہ ۱۷۷)

ترجمہ: یہ کوئی نیکی نہیں جو تم اپنا مُنہ مشرق مغرب کی طرف پھیرتے جاؤ وہاں نیکی والے وُہ لوگ ہیں جو خدا کو اور قیامت کے دن کو اور فرشتوں کو اور سب کتابوں اور نبیوں کو مانیں۔

(ترجمہ و تفسیر ثنائی ۳۱ از مولوی ثناء اللہ امرتسری)

اس آیت کریمہ میں صراحت سے بتا دیا گیا ہے کہ صرف **اللہ** تعالیٰ کو ہی ماننا کافی نہیں ہے بلکہ یوم قیامت، ملائکہ اور جملہ انبیاء کرام کو بھی ماننا ضروری ہے۔ لیکن دہلوی صاحب اپنے مذموم مقاصد کے لیے راگ الاپ رہے ہیں کہ **اللہ** کے علاوہ دُوسروں کو ماننے والا مشرک ہے۔ حالانکہ سچّا مُسلمان تو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہوئے سب کو مانے گا۔ ہاں دہلوی جی کو نہیں مانے گا۔

ارشادِ ربّانی ہے:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ

(پ۳ البقرہ ۲۸۵)

ترجمہ: یہ رسُول اور ایمان والے اپنے رب کی اتاری ہوئی باتوں کو مان گئے۔ سب نے **اللہ** کو مانا اور اس کے فرشتوں کو، اور اس کی کتابوں اور اس کے رسُولوں کو مانا۔

ارشادِ ربّانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝

(پ۵ النساء ۱۳۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایمان لاؤ **اللہ** پر اور اس کے رسُول پر اور اس کتاب پر جو **اللہ** نے اپنے رسُول پر نازل کی اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے وُہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے **اللہ** اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسُولوں اور روزِ آخرت

سے کفر کیا وُہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دُور نکل گیا۔

قرآنِ حکیم کی مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ صرف **اللہ** جل جلالہ کو ماننے سے کام نہیں بنے گا بلکہ انبیآء کرام، فرشتوں آسمانی کتابوں اور یومِ آخرت کو بھی ماننا پڑے گا۔ اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ مانے وُہ جہنّم کا ایندھن بنے گا۔

ارشادِ ربّانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۙ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

(پ۶ النساء ۱۵۰۔۱۵۱۔۱۵۲)

ترجمہ: جو لوگ **اللہ** اور اس کے رسُولوں سے کُفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ **اللہ** اور اس کے رسُولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے

ہیں کہ ہم کِسی کو مانیں گے اور کِسی کو نہ مانیں گے اور کُفر و ایمان کے بیچ میں ایک راہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں، وُہ سب پکّے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وُہ سزا مہیّا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہو گی۔ بخلاف اس کے جو لوگ **اللہ** اور اس کے تمام رسُولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے۔ اور **اللہ** بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مودودی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں، یعنی کافر ہونے میں وُہ لوگ جو نہ خُدا کو مانتے ہیں نہ اس کے رسُولوں کو۔ اور وُہ جو خُدا کو مانتے ہیں مگر رسُولوں کو نہیں مانتے اور وُہ جو کسی رسُول کو مانتے ہیں اور کِسی کو نہیں مانتے سب یکساں ہیں ان میں سے کسی کے کافر ہونے میں ذرّہ برابر شک کی گنجائش نہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۴۱۴)

مندرجہ بالا ارشاداتِ کریمہ کو ذہن میں رکھ کر مولوی اسمٰعیل دہلوی کا ترجمہ ایک بار پھر پڑھ لیجیے تاکہ وہابی ذہنیت کے متعلّق آپ کے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہ رہے۔

ا۔ بے شک بات یوں ہے کہ کوئی ماننے کے لائق نہیں سوائے

میرے سو بندگی کرو میری ۔

ف ۔ یعنی جتنے پیغمبر آئے ہیں سو وہ **اللہ** کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ **اللہ** کو ماننے اور اس کے سوائے کسی کو نہ ماننے ۔

(تفویتِ الایمان ص ۲۵)

۲۔ پھر ان سب سے **اللہ** صاحب نے یوں فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔ سو سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے پھر ان سے قول و قرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ جانیو اور کسی کو میرے سوا نہ مانیو ۔

(تفویتِ الایمان ص ۲۷)

۳۔ یعنی **اللہ** کے سوا کسی کو نہ مان ۔ (تفویتِ الایمان ص ۲۸)

ایک حدیث پاک کے چند الفاظ ذکر کر کے ہم اس بحث کو ختم کر رہے ہیں ۔ **اللہ** کی رحمت سے امید واثق ہے کہ آپ پر وہابی ذہنیت واضح ہو گئی ہو گی ۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے ۔ مؤدب ہو کر بیٹھے ۔ چند سوالات کیے ایک سوال یوں تھا :

فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ

وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ قَالَ صَدَقْتَ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۱)

ترجمہ: مجھے ایمان کے متعلق بتایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان اس چیز کا نام ہے کہ تو **اللہ** کو مانے ۔ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یومِ قیامت کو مانے اور تقدیر کی اچھائی اور برائی کو مانے ۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا کہ آپ نے سچ فرمایا ۔

عقیدہ نمبر ۲ : مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایک حدیث پاک اور اس کا ترجمہ نقل کرنے کے بعد ایک عجیب و غریب "عقیدہ" پیش کیا ہے ۔ پہلے حدیث پاک ملاحظہ ہو :

اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُہَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَآءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَہٗ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ تَسْجُدُ لَکَ الْبَہَآئِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَکَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ ۔

ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب عشرۃ النساء میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا
کہ بی بی عائشہ[1] نے نقل کیا کہ پیغمبرِ خدا مہاجرین و انصار میں بیٹھے تھے
کہ آیا ایک اُونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبرِ خدا کو۔ سو ان کے
اصحاب کہنے لگے کہ اے پیغمبرِ خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور
درخت پس ہم کو تو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں۔ سو فرمایا
کہ بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔

(تفویۃ الایمان ص ۵۶)

اس حدیث میں نبیِ اکرم ﷺ نے بطور تواضع و انکساری اپنے آپ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا بھائی فرمایا۔ وگرنہ نبیِ اکرم ﷺ ہرگز ہرگز ہمارے بھائی نہیں کیونکہ بھائی کے اشارۂ ابرو پر عزت و آبرو اور ماں باپ قربان کرنے کا اعلان نہیں کیا جاتا۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں یوں عرض کیا کرتے
بابی انت و اُمّی یا رسول اللہ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)۔

بھائی کی بیوی بھابھی، بھاوج، کہلاتی ہے جبکہ نبیِ اکرم ﷺ کی بیویاں ہماری مائیں ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ

(پ۲۱ الاحزاب ۶)

[1] رضی اللہ عنہا

ترجمہ: خُدا کا نبی مُسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۵۰۱)

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اسی آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھا:

"خُدا کا نبی حضرت محمّد مصطفٰے ﷺ مُسلمانوں کے حق میں ان کی جانوں سے بھی قریب تر ہے۔ یعنی جس قدر ان کی جانوں کے حقوق ان پر ہیں ان سے بھی کہیں زیادہ پیغمبر کے حقوق ان پر ہیں، اس کی مثال یہ سمجھو کہ کسی موقع پر کوئی کام ایسا در پیش آجائے کہ نبی کی عزت قائم رکھنے اور بچانے کے لیے کسی مُسلمان کی جان بھی کام آئے تو مُسلمان کا فرض ہے کہ ایک جان کیا سو جان کو بھی قربان کر دے۔ کیونکہ

دل لیا ہے تو جان بھی لے لو
ہم سے بے دل رہا نہیں جاتا

چونکہ نبی کا حق مُسلمانوں پر سب سے زیادہ ہے گو ماں باپ کے حقوق بھی بہت ہیں، ماں باپ کے حقوق کو بھی تو نبی ہی نے بتلایا ہے نیز ماں باپ جسمانی مربّی ہیں اور نبی روحانی مربّی ہے جس کی تربیت کا اثر دائمی زندگی پر پہنچتا ہے۔ اس لیے نبی علیہ السلام کے حقوق سب سے

زیادہ ہیں اور اس کی بیویاں تعظیم و تکریم میں ان مسلمانوں کی مائیں ہیں ۔

(تفسیر ثنائی ص ۵۰۱)

وہابیوں کے ہی ایک بڑے عالم احمد حسن صاحب محدّث دھلوی لکھتے ہیں :

صحیح بُخاری و مُسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اسی کی قسم ہے ، جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں بنے گا یہاں تک کہ میں اس کی جان اور اس کے مال اور اولاد اور تمام لوگوں سے اس کے نزدیک زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول آپ مجھ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں یہاں تک کہ میری جان سے بھی ۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جواب دیا ، اے عمر ایمان اسی کو کہتے ہیں ۔ صحیح بخاری میں ابوہریرۃ کی اسی مضمون کی روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اوپر کی حدیثوں کا مضمون بیان فرما کر آیت کے ٹکڑے النّبی اولی بالمؤمنین من انفسھم کو پڑھا ہے ۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس مضمون کی سب حدیثیں آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں ہیں ۔

(احسن التفاسیر جلد ۵ ص ۱۸۸ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

مشہور غیر مقلّد قاضی شوکانی لکھتے ہیں :

ثُمَّ اَنَّ فِیْ مُصْحَفِ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ وَّاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ ۔ وَقَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَھُوَ اَبٌ وَّاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ ۔ (تفسیر فتح القدیر ج ۴ ص ۲۶۲)

ترجمہ : حضرت ابی بن کعب کے مصحف میں یوں تھا و ازواجہ امھاتھم وھواب لھم کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں مؤمنوں کی مائیں ہیں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم مؤمنین کے باپ ۔

حضرت عبد اللہ بن عبّاس بھی پڑھا کرتے تھے وھواب وازواجہ امھاتھم آپ صلی اللہ علیہ وسلم باپ ہیں اور ازواجِ مطہرات مؤمنین کی مائیں ۔

قرآن مجید فرقان حمید کی نصوص مبارکہ اور احادیث مبارکہ اس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں کہ نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھائی نہیں ہیں اور مولوی اسمٰعیل دھلوی نے مشکوٰۃ کی جو حدیث پیش کی ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خود کو "بھائی" فرمانا تواضع پر محمول ہے ۔

لیکن ستیاناس ہو وہابیانہ گندی ذہنیت کا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اس حدیث کی تشریح میں جو کچھ لکھا وہ اس کے اندر چھپے ہوئے توہین و تنقیص کے مادہ کو ظاہر کر رہا ہے وہ لکھتا ہے:

"یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے اور مالک سب کا **اللہ** ہے بندگی اس کو چاہیے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء، امام اور امام زادے پیر اور شہید یعنی جتنے **اللہ** (جل جلالہ) کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر **اللہ** (جل جلالہ) نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔"

(تقویۃ الایمان ص ۵۶ مطبوعہ میر محمد کراچی)

چلیے اس بحث کو رہنے دیجیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "بھائی" کہنا چاہیے یا نہیں۔ مولوی اسمٰعیل امام الوہابیہ کا یہ عقیدہ "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے۔" قرآن و سنت سے متصادم ہے یا نہیں؟

آیئے دیکھیں قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل اس مسئلہ میں ہماری کیا رہنمائی فرماتا ہے:

بڑے بھائی کی تعظیم ایمان نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے بڑے بھائی کی تعظیم نہ کرے تو وہ کافر نہیں ہوجاتا۔ جب کہ محبوبِ خدا علیہ السلام کی تعظیم و توقیر مسلمان پر فرض ہے۔ اگر کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہیں کرتا تو وہ مسلمان بھی نہیں رہتا۔

ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝

(پ ۲۶ الفتح ۸-۹)

ترجمہ: اے نبی، ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، بشارت دینے والا اور خبردار کر دینے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو، تم **اللہ** اور رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح و توقیر کرتے رہو۔

اس آیتِ کریمہ میں خداوندِ قدوس نے ایمان کے فوراً بعد اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعظیم بجا لانے کا حکم دیا ہے۔ بڑے بھائی کے متعلق یہ حکم تو قرآن پاک میں مذکور ہے اور نہ ہی ذخیرۂ احادیث میں۔ معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا، "جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو

اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے" کتاب و سُنّت کے منافی ہے۔
ارشادِ ربّانی ہے:

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(پ ۹ الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ: پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی اُمّی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور اس نُور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ اُتارا گیا۔ وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہوا کہ مصطفٰے علیہ السلام کی تعظیم فرض ہے جو یہ تعظیم کرے گا جنّت میں جائے گا اور جو تعظیم نہ کرے گا جنّت کی ہوا بھی نہ پا سکے گا۔

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی ہی ضروری ہوتی تو خداوند قدّوس ایمان والوں کو یہ حکم قطعاً صادر نہ فرماتا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○

(پ ۱ البقرہ ۱۰۴)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو اور سُنتے

رہا کرو۔ اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

اس آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"افسوس کہ بجائے ماننے کے انہوں نے ایک عادتِ قبیحہ اختیار کر رکھی ہے کہ گول مول الفاظ بولتے ہیں جس سے مخاطب کچھ سمجھے اور ان کے جی میں کچھ ہو۔ چنانچہ تمہاری مجلس میں آتے ہیں تو ہمارے رسُول علیہ السلام کو دبی زبان سے "راعنا" کہہ کر گالی دے جاتے ہیں۔ جس کا مطلب تو لوگ اپنے خیال میں یہی سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کرتے ہیں کہ ہماری طرف التفات فرمائیے مگر وُہ یہودی اس سے اپنے جی میں کچھ اور ہی خیال کر کے کہتے ہیں۔ انہی کو دیکھ کر تم بھی ایسا بولنے لگ گئے ہو اس لیے ہم اعلان کرتے ہیں کہ اے مُسلمانو تم راعنا مت کہا کرو گو تمہاری وُہ مُراد نہیں جو ان کمبختوں کی ہے پھر بھی کیا ضرورت ہے کہ ایسے کلمات بولو جس سے انکی بیہودہ گوئی کا رواج ہو اس لیے مناسب ہے کہ یہ چھوڑ دو اور انظرنا کہا کرو جو اسی کے ہم معنی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ جب تم رسُول (علیہ السلام) کی خدمت میں آؤ تو کچھ بھی نہ کہو، بلکہ خاموش رہو اور سُنتے رہا کرو۔ اس لیے کہ بولتے بولتے انسان کو زیادہ گوئی کی عادت ہو جاتی ہے جس

کی وجہ سے کبھی نہ کبھی گستاخی کر بیٹھتا ہے۔ جس کے سبب سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کافروں کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔

(تفسیر ثنائی ص ۱۹)

مندرجہ بالا تفسیر کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے تو آپ کا بال بال گواہی دے گا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام، تعظیم بڑے بھائی سے کروڑوں گُنا زیادہ ہے۔ دورانِ گفتگو بڑے بھائی کی آواز سے آواز بلند ہو جائے تو نہ ایمان ضائع ہوتا ہے نہ ہی اعمال۔ لیکن محبوبِ خدا علیہ التحیّۃ والثناء کی بارگاہ کا ادب خداوند قدوس ہمیں یوں سکھاتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰىؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۳

(پ ۲۶ الحجرات ۳)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو۔

اور نہ اس کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ میں جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے۔

ظہیر کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

پس اے ایمان والو! نبی کا ادب یہاں تک ملحوظ رکھا کرو کہ اپنی آوازوں کو نبی (علیہ السلام) کی آواز پر بلند نہ کیا کرو اور نہ اس کے سامنے ایسے زور سے بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے بولا کرتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو، سنو جو لوگ اس خوف سے کہ ہمارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں یعنی بلند آواز سے نہیں بولتے کہ مبادا ہمارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں ان لوگوں کو خدا نے تقویٰ اور پرہیزگاری میں جانچ لیا ہے وہ اس امتحان میں پاس ہو گئے ہیں اسی وجہ سے خدا کے نزدیک ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے کیوں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا ادب کیا، جیسا کہ کرنا چاہیے۔

(تفسیر ثنائی ص ۶۱۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تعظیمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اب آیئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ دیکھیں کہ وہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی کیا کرتے تھے یا بہت زیادہ؟

صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے جو منظر دیکھا اس کو وہابیہ کے ہی ایک عالم صفی الرحمٰن مبارکپوری یوں تحریر کرتے ہیں۔

اس کے بعد عروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کے تعلقِ خاطر کا منظر دیکھنے لگا پھر اپنے رفقاء کے پاس واپس آیا اور بولا اے قوم، بخدا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے پاس جاچکا ہوں، بخدا میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ کھنکار بھی تھوکتے تھے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ شخص اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا اور جب وہ کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجا آوری کے لیے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کے لیے لوگ لڑ پڑیں گے اور جب کوئی بات بولتے

تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے تھے اور فرطِ تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔

(الرحیق المختوم ص ۵۴۰)

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صرف بڑے بھائی جتنی ہی ہوتی تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے فرما دیتے کہ "بڑے بھائی کے کھنکار کو چہرہ پر نہیں ملا جاتا۔ ان کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لیے والہانہ نہیں دوڑا جاتا۔ اس لیے اے صحابہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ ایسے مت کرو اس سے شرک کا دروازہ کھل جاتا ہے۔"

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منع نہ فرمانا بلکہ اس تعظیم کو دیکھ کر خوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہابیہ کا یہ عقیدہ " جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اسکی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے" انتہائی برا اور قابلِ نفرت ہے کیونکہ یہ بغض مصطفےٰ علیہ السلام پر مبنی ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

عقیدہ نمبر ۳ : ایمان والے اپنا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور تعریف کرتے نہیں تھکتے لیکن مولوی اسمٰعیل امام الوہابیہ نے مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف سے روکنے کے لیے ایک

حدیث نقل کرکے ایک عجیب عقیدہ گھڑ کر پیش کر دیا۔ حدیث پاک اور اس پر امام الوہابیہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

مشکوٰۃ کے باب المفاخرۃ میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ مطرف نے نقل کیا کہ آیا میں بنی عامر کے ایلچیوں کے ساتھ پیغمبر خدا کے پاس پھر کہا ہم نے کہ تم سردار ہو ہمارے سو فرمایا کہ سردار تو **اللہ** ہے پھر کہا ہم نے کہ بڑے ہمارے ہو بزرگی میں اور بڑے سخی ہو، سو فرمایا کہ خیر اس طرح کا کلام کہو یا اس سے بھی تھوڑا کلام کرو اور تم کو کہیں بے ادب نہ کر دے شیطان۔

یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو ہی کرو، سو اس میں بھی اختصار کرو۔

(تقویۃ الایمان[1] ص ۵۹ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "انت سیدنا" کہ آپ ہمارے سردار ہیں تو اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "السید اللہ" کہ سردار تو **اللہ** ہے۔

لیکن قرآن حکیم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی سید کہا گیا ہے۔ ملائکہ نے حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا تھا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًاۢ بِكَلِمَةٍ

[1] الفصل الخامس فی ذکر رد الاشراک فی العادات

مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

(پ۳ آل عمران ۳۹)

ترجمہ: بے شک **اللہ** تعالیٰ خوشخبری دیتا ہے آپ کو یحییٰ کی جو تصدیق کرنے والا ہوگا **اللہ** تعالیٰ (جل جلالہ) کی طرف سے ایک فرمان کی اور سردار ہوگا اور ہمیشہ عورتوں سے بچنے والا ہوگا اور نبی ہوگا صالحین سے۔

اسی طرح زلیخا کے خاوند کو بھی سید کہا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط

(پ۱۲ یوسف ۲۵)

ترجمہ: اور دونوں دوڑ پڑے دروازہ کی طرف اور اس عورت نے پھاڑ ڈالا اس کا کرتہ پیچھے سے اور (اتفاق سے ایسا ہوا کہ) ان دونوں نے کھڑا پایا اس کے خاوند کو دروازے کے پاس۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارہ میں سید کا لفظ استعمال فرمایا ہے، ارشاد فرمایا اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ — قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہونگا۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۷۰[1] حدیث نمبر ۳۳۴۰)

[1] کتاب الانبیاء باب قول اللہ ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

قیامت کے دن میں پوری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔

(رواہ مسلم ، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱) باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ

خود نبی اکرم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو "سید" فرمایا۔

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق منبر پر ارشاد فرمایا

اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ[1] - میرا یہ بیٹا سید ہے۔

(بُخاری شریف جلد ا ص ۵۱۲ حدیث نمبر ۳۶۲۹)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا :

فَاطِمَةُ سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ -

فاطمہ جنّتی عورتوں کی سردار ہے۔

(بُخاری شریف ج ا ص ۵۳۲) کتاب المناقب مناقب فاطمہ

حسنین کریمین کے متعلق یوں ارشاد فرمایا :

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ -

حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) جنّتی جوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۷) حدیث نمبر ۳۷۶۸ - ابواب مناقب مناقب ابی محمد الحسن بن علی

ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ مسجد کے قریب آئے تو

[1] کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ اَوْ سَیِّدُکُمْ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ تم میں بہتر ہیں یا فرمایا تمہارے سید ہیں۔

(بُخاری شریف ج ا ص ۵۳۷ حدیث نمبر ۳۸۰۴)[1]

ایک حدیث میں ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے آنے پر صحابہ سے فرمایا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ

اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔

(بُخاری شریف ج ۲ ص ۹۲۶ حدیث نمبر ۶۲۶۲)[2]

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

اَبُوْ بَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا -

ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو آزاد کرایا۔

کتاب المناقب باب مناقب بلال بن رباح
(بُخاری شریف ج ا ص ۵۲۱ حدیث نمبر ۳۷۵۴)

امام الوہابیہ دہلوی جی کی پیش کردہ حدیث میں ہے کہ سید صرف اللہ (جل جلالہ) ہے جبکہ مندرجہ بالا نصوص سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ مخلوق پر بھی لفظ سید استعمال ہوا ہے اس لیے لا محالہ یہ کہنا پڑیگا کہ خداوند قدوس کی سیادت حقیقی اور ذاتی ہے۔ جب کہ مخلوق کیلئے

[1] کتاب مناقب الانصار باب مناقب سعد بن معاذ [2] کتاب الاستیذان باب قول النبی قوموا الی سیدکم

سیادت مجازی اور عطائی ہے۔

پھر دہلوی کی پیش کردہ حدیث کے الفاظ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ کے معانی علماء نے مختلف بیان کیے ہیں۔

۱- ایک وہابی عالم شمس الحق عظیم آبادی اور ایک دیوبندی عالم خلیل احمد سہارنپوری نے ان الفاظ کو تواضع پر محمول کیا ہے۔

(عون المعبود شرح ابوداؤد ج ۴ ص ۴۰۳ بذل المجہود ج ۶ ص ۲۴۲)

نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ أَنْ يَّقُوْلَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى۔

کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ یونس بن متی سے اپنے آپ کو بہتر کہے۔ (بخاری شریف ج[۱] ۱ ص ۴۸۱ حدیث نمبر ۳۳۹۵)

حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت مندرجہ بالا الفاظ تواضع پر محمول ہیں، کیونکہ خود نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ چھ چیزوں کی وجہ سے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔

(رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۲ باب فضائل سید المرسلین)

جس طرح حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت فضیلت نہ دینے کا ارشاد تواضع پر محمول ہے اسی طرح قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِكُمْ والا ارشاد بھی تواضع پر محمول ہے۔

۱؎ کتاب الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ ھل اتٰک حدیث موسیٰ

۲- وہابی عالم عظیم آبادی صاحب امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہاں حذف و اختصار ہے۔ اُدْعُوْا سَيِّدًا اَوْ قُوْلُوْا نَبِيًّا وَّرَسُوْلًا کہ مجھے سید نہ کہو بلکہ نبی اور رسول کہو۔

(عون المعبود ج ۴ ص ۴۰۲)

۳- نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان کو سیّد کہنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ وہ لوگ نبوّت والی سرداری کو دنیاوی سرداروں کی طرح سمجھتے تھے۔ اس لیے منع فرما دیا۔

۴- آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ ابھی آپ کو "سیادت کل" کی بشارت نہ سنائی گئی تھی۔

ہم نے حدیث پاک کی نہایت اختصار کے ساتھ تشریح کر دی ہے۔ جس سے بحمد اللہ آپ کے ذہن مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ لیکن ستیاناس ہو وہابیانہ گندی ذہنیت کا کہ کھینچ تان کر بغضِ نبی کا زہر عامۃ النّاس کو کو پلانے کے لیے مندرجہ ذیل نتیجہ پیش کر دیا:

"یعنی کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف ہو سو وہی کرو سو اس میں بھی اختصار کرو۔"

(تقویۃ الایمان ص ۵۹)

اگر یہ نتیجہ بیان ہوتا کہ تعریف کرتے ہوئے خُدا، خدا کا بیٹا نہ کہہ دینا شرک کی حدوں میں داخل نہ ہوجاتا تو درست ہوتا۔ لیکن کیا واقعی اللہ کے محبُوب انبیاء اور رسُولوں علیہم السّلام کے امام صلّی اللہ علیہ وسلّم، جس کا وزیر جبریئل[۱] بھی ہو اور میکائیل[۱] بھی، جو رحمتِ کائنات بن کے آیا ختمِ نبوّت کا تاج سر پہ سجا کے دُنیا میں جلوہ گر ہوا۔ اس کی تعریف بشر سے بھی کم کی جاتے۔ نہیں، نہیں ہر گز نہیں۔ بلکہ ہم تو یہی عرض کریں گے،

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

آیئے دیکھیں اس محبُوب علیہ السلام کی تعریف کون کون کرتا ہے اور کس انداز سے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

(پ ۲۲ الاحزاب ۵۶)

ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درُود بھیجو اور سلام ضرور بھیجو۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ نازل فرماتا

[۱] علیہما السلام

ہے علماء نے اس کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں لیکن حضرت سیّدنا ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی صحیح بخاری میں یوں موجود ہے صَلوٰۃُ اللّٰہِ ثَنَاؤُہٗ عَلَیْہِ عِنْدَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ یہ ہے کہ وُہ فرشتوں کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرماتا ہے۔

(بُخاری شریف[۱] ج ۲ ص ۷۰۷، کتاب التفسیر)

جس کی تعریفیں فرشتوں کا اجتماع فرما کر پروردگار فرمائے۔ اس کے متعلق یوں کہنا کہ ان کی تعریف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔ پرلے درجے کی بدبختی نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کماحقہ کرنے سے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خود کو عاجز پاتے تھے۔ زرقانی شریف میں ہے:

اَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ خَرَجَ فِیْ سَرِیَّۃٍ مِّنَ السَّرَایَا فَنَزَلَ بِبَعْضِ الْاَحْیَاءِ فَقَالَ لَہٗ سَیِّدُ ذٰلِکَ الْحَیِّ صِفْ لَنَا مُحَمَّدًا فَقَالَ اَمَّا اِنِّیْ اُفَصِّلُ فَلَا لِعَجْزِیْ عَنِ التَّفْصِیْلِ لِاَنَّ صِفَاتَہٗ لَا یُمْکِنُ الْاِحَاطَۃُ بِہَا۔

(زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۷۱)

[۱] باب قولہ ان اللہ وملٰئکتہ

ترجمہ: حضرت سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک لڑائی کیلئے تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک بستی میں اترے۔ بستی کے سردار نے کہا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمایئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کمالات وصفات کا احاطہ ناممکن ہے اس لیے تفصیل سے ان کی تعریف کرنے سے میں عاجز ہوں۔

معلوم ہوا کہ صحابی تو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کماحقّہ کرنے سے عاجز ہیں، لیکن وہابی راگ الاپ رہے ہیں کہ "صرف بشر کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔"

بستی کے سردار نے عرض کی کہ اگر آپ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیلی تعریف نہیں کر سکتے تو بطورِ اجمال ہی کچھ بیان فرما دیجیے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنَّہٗ بَالِغُ الْغَایَۃِ فَکُلُّ مَا تُصُوِّرَ فِیْہِ مِنْ کَمَالٍ دُوْنَ مَا ثَبَتَ لَہٗ ۔

(زرقانی علی المواہب ج ۴ ص ۱۷)

ترجمہ: محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہر کمال اور خوبی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ جو کمال اور مرتبہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تصور

کیا جا سکتا ہے۔ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کمالات میں ان تصوّرات سے بھی بڑھ کر ہیں۔

اب ظاہر بات یہی ہے کہ سچّی تعریف ہمیشہ کسی نہ کسی حسن، کمال اور خوبی کی ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص کسی ایسے کی تعریفیں شروع کر دے جس میں نہ تو کوئی کمال ہو اور نہ ہی خوبی تو یہ تعریف جھوٹی تعریف کہلائے گی۔

جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی کوئی حد نہیں ہے تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سچّی تعریف کی بھی کوئی حد نہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی امام الوہابیہ کا یہ کہنا کہ "آپ کی تعریف بشر کی سی کرو بلکہ اس میں بھی اختصار کرو۔" نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات گھٹانے کے مترادف ہے لیکن ؎

تُو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

سچ ہے مومن اور کافر و منافق کے مابین فرق کرنے والی ذات محمّد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو آپ پر ایمان لائے آپ کی تعظیم بجا لائے تعریف کرے وُہ مومن اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سُن کر جلے وُہ کافر و منافق ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرْقٌ بَيْنَ النَّاسِ ۔

محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کر دینے والے ہیں۔

(بخاری شریف ج[1] ۲ ص ۱۰۸۱ حدیث نمبر ۷۲۸۱)

اب آیئے دیکھیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کمالات عطا فرمائے گئے ہیں تاکہ انہی کمالات کے حساب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کو کثرت سے کمالات عطا فرمائے ہیں تو آپ کی تعریف کثرت سے کرنی چاہیے اور اگر اختصار سے کمالات دیئے تو اختصار سے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝

(پ ۳۰ الکوثر ۱)

ترجمہ: ہم نے تجھ کو بہت سی خیر و برکت دے رکھی ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۷۳۰)

اسی آیت کی تفسیر میں ظہیر کے شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

اے رسول یہ لوگ تو تجھے ہر قسم کی برائی سے آلودہ جانتے، بلکہ ابتر (بے اولاد) بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک تو سراسر خیر و برکت ہے ہم نے تجھ کو بہت سی خیر و برکت دے رکھی ہے جس کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہے گا۔ کوثر کے معنی خیرِ کثیر ابن عباس سے آئے ہیں ـــــ

[1] کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ

(معالم وغیرہ) ۔ (تفسیر ثنائی ص ۷۳۰)

دیوبندی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

کوثر کے معنی "خیرِ کثیر" کے ہیں یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔ "البحر المحیط" میں اس کے متعلق چھبیس ۲۶ اقوال ذکر کیے ہیں اور اخیر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی دنیاوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں جو آپ کو یا آپ کے طفیل میں اُمتِ مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت وہ حوضِ کوثر بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ اپنی اُمت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔

(تفسیر عثمانی ص ۷۸۸)

(اے! ارحم الراحمین۔ اس خطاکار و سیاہ کار کو بھی اس سے سیراب فرمایئے)۔آمین۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

'کوثر' کا لفظ: یہاں جس طرح استعمال کیا گیا ہے اس کا پورا مفہوم ہماری زبان تو درکنار شاید دنیا کی کسی زبان میں بھی ایک لفظ سے ادا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنی تو

بے انتہا کثرت کے ہیں۔ مگر جس موقع پر اس لفظ کو استعمال کیا گیا ہے اس میں محض کثرت کا نہیں بلکہ خیر اور بھلائی اور نعمتوں کی کثرت اور ایسی کثرت کا مفہوم نکلتا ہے جو افراد اور فراوانی کی حد کو پہنچی ہوئی ہو، اور اس سے مُراد کسی ایک خیر یا بھلائی یا نعمت کی نہیں بلکہ بے شمار بھلائیوں اور نعمتوں کی کثرت ہے۔

(تفہیم القرآن جلد ۶ ص ۴۹۲)

معلوم ہوا کہ جب نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ملنے والے کمالات خوبیوں، بھلائیوں کی ہماری معلومات کے اعتبار سے کوئی حد نہیں ہے تو آپ کی تعریف، صفت وثناء کی بھی کوئی بشر حد بندی نہیں کر سکتا۔

ایک اور طرح

ہم اسی بات کو ایک اور طرح بھی بیان کرنا چاہتے ہیں۔
نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ
اَنْ یَکُوْنَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاھُمَا

تین چیزیں جس میں ہوں گی وُہ ایمان کی مٹھاس پالے گا۔ **اللہ** اور اس کا رسُول باقی ہر چیز سے محبُوب تر ہوں۔ (بخاری شریف[1] ج ص حدیث نمبر ۱۶)

[1] کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان

نیز ارشاد فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ
وَالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

تم میں سے کوئی شخص اتنی دیر تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبُوب نہ ہو جاؤں۔

(بُخاری شریف[1] ج ۱ ص ۷، حدیث نمبر ۱۵)

معلوم ہوا کہ جس شخص کے دل میں باقی تمام مخلوقات سے زیادہ رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبّت ہے وہ ایمان کی حلاوت پائیگا، ایمان دار ہوگا اور جس شخص کے دل میں رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بجائے کسی اور مخلوق سے زیادہ محبّت ہو گی وُہ بے ایمان ہو جائیگا ظاہر بات ہے کہ آدمی کسی نہ کسی کمال اور خوبی کی بناء پر ہی کسی سے محبّت کرتا ہے۔ جس میں نہ تو کوئی خوبی ہو نہ ہی حسن و کمال۔ بندہ طبعی طور پر اس سے محبّت کر ہی نہیں سکتا ہے کسی کو محبّت ہوتی ہے ظاہری حسن و صُورت سے، کسی کو علم و شجاعت سے کسی کو حلم و سخاوت سے وغیرہ وغیرہ۔ اب رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشادِ گرامی سمجھیے۔ فرمایا اگر کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر کسی اور مخلوق سے محبّت کرے گا تو اس کا معنیٰ و مفہوم یہ ہو گا کہ وُہ اس کمال و خوبی میں

[1] کتاب الایمان، باب حب الرسُول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان،

کسی اور کو مجھ سے بڑھا ہوا مانتا ہے اور جو شخص کسی بھی کمال و خوبی میں کسی اور مخلوق کو مجھ سے بڑھا ہوا ماننے وُہ ایماندار نہیں ہو سکتا۔

جب ہر ہر کمال اور ہر ہر خوبی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہیں تو ہر مخلوق سے بڑھ کر آپ کی تعریف بھی ہو گی۔ معلوم ہوا کہ تعریفِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اختصار کی تلقین کرنے والے حلاوتِ ایمان سے بے بہرہ ہیں۔

ارشادِ ربّانی ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

(پ۳۰ الانشراح ۴)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔

اس آیت کریمہ نے واضح طور پر ہمیں بتلا دیا۔ جتلا دیا کہ محبوب کی خاطر **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ نے محبوب کے ذکر کو بلند کر دیا ہے اور اب جو شخص اس بلند ذکر میں اختصار، کمی کی تلقین کرے تو اس کا مقابلہ ہم اہلِ سُنّت کی بجائے براہِ راست خداوند قدّوس سے ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں دیوبندی حکیم الامّت تھانوی صاحب کے خلیفہ مجاز عبدالماجد صاحب دریا آبادی لکھتے ہیں:

چنانچہ کلمہ شہادت میں، اذان میں، اقامت میں تشہد میں خالق

کے نام کے ساتھ ساتھ اگر مخلوق میں سے کسی کا نام آتا ہے تو وہ آپ ہی کا۔ ورفعنا ضمیر متکلم قابلِ غور ہے۔ آپ کا آواز تو ہم نے بلند کر رکھا ہے۔ نہ کسی کی مخالفت چلنے پائی نہ کسی معاند کی کوئی تدبیر کارگر ہونے پائی۔ لکَ۔ ل تخصیص کا ہے۔ یعنی ایسی رفعت آپ ہی کے لیے ہے۔ کوئی اس تک آپ کا شریک نہیں۔ رفع ذکر (آوازہ بلند) کی ایک فرد یہ بھی ہے کہ منکرین و معاندین میں جو چوٹی کے سردار و اکابر ہیں ان تک کو آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف ہے۔

(تفسیر ماجدی ص ۱۲۰۰)

مودودی صاحب لکھتے ہیں:

پھر تیسرے مرحلے کا افتتاح خلافتِ راشدہ کے دور سے ہوا جب آپ کا نام مُبارک تمام رُوئے زمین میں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ یہ سلسلہ آج تک بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک بڑھتا چلا جائے گا۔ دُنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی کوئی بستی موجود نہ ہو۔ اور دن میں پانچ مرتبہ اذان میں باآواز بلند **محمدؐ** صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ ہو رہا ہو۔ نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود نہ بھیجا جا رہا ہو۔ جمعہ کے خطبوں میں آپ کا ذکرِ خیر نہ کیا جا رہا ہو اور سال کے بارہ مہینوں میں سے کوئی دن اور دن کے ۲۴ گھنٹوں

میں سے کوئی وقت ایسا نہیں ہے جب رُوئے زمین میں کسی نہ کسی جگہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر مُبارک نہ ہو رہا ہو۔ یہ قرآن کی صداقت
کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کہ جس وقت نبوّت کے ابتدائی دور میں
اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اس وقت
کوئی شخص بھی یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ یہ رفع ذکر اس شان سے اور
اتنے بڑے پیمانے پر ہو گا۔ حدیث میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
کی روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل میرے
پاس آئے اور مجھ سے کہا میرا رب اور آپ کا رب پُوچھتا ہے کہ
میں نے کس طرح تمہارا رفع ذکر کیا؟ میں نے عرض کیا **اللہ** جل جلالہ ہی
بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے کہا **اللہ** تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب میرا ذکر
کیا جائے گا تو میرے ساتھ تمہارا بھی ذکر کیا جائے گا۔

(ابن جریر، ابن ابی حاتم، مسند ابو یعلی، ابن المنذر، ابن حبان، ابن مردویہ، ابونعیم)

بعد کی پُوری تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ یہ بات حرف بحرف
پُوری ہوئی۔

(تفہیم القرآن ج ۶ ص ۳۸۱ - ۳۸۲)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کا رفع ذکر اس طرح ہوا کہ آپ کو نبوّت عطا ہوئی۔ آپ کی شہرت

زمین اور آسمانوں میں پھیلی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسمِ گرامی
عرش پر لکھا گیا۔ شہادت اور تشہد میں **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ آپ
کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ آپ کا ذکر خُداوندِ قدّوس نے پہلی کتابوں میں فرمایا
آفاق میں آپ کا چرچا پھیلا۔ آپ پر ہی نبوّت ختم ہوئی۔ خطبوں میں
اذان میں، کتابوں کی ابتداء اور انتہاء میں آپ کا تذکرہ کیا جاتا ہے
قرآنِ حکیم میں **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر ملا دیا۔
وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ [1]، وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ
وَرَسُولَهُ [2]، أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ [3]

اللہ تعالیٰ جل جلالہ جہاں دیگر انبیاء کو نام لے کر یا موسیٰ، یا عیسیٰ علیہم السلام
کہہ کر خطاب فرماتا ہے وہیں آپ کو رسُول اور نبی کے مقدّس القاب
یَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر پکارتا ہے۔ **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ
نے آپ کی یاد کو قلوب میں اس طرح جاگزیں کر دیا ہے کہ وُہ آپ
کے ذکر سے خوش ہوتے ہیں اور یہی ارشادِ ربّانی سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا [4]
(رب رحمٰن ان کے لیے محبّت پیدا فرما دے گا) کا معنی ہے۔ گویا
اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے، مَیں جہان کو تیرے پیروکاروں سے
بھر دوں گا۔ وُہ سب تیری تعریف کریں گے۔ تیرے اُوپر درُود پڑھیں
گے۔ تیری سُنّتوں کی حفاظت کریں گے۔ بلکہ کوئی فرض نماز ایسی نہیں

---
۱ پ۱۰ التوبۃ ۶۲ ۲ پ۲۲ الاحزاب ۷۱ ۳ پ۵ النساء ۵۹ ۴ پ۱۶ مریم ۹۶

جس میں سُنّت بھی ساتھ نہ ہو۔ فرائض میں وُہ میرے حکم کی اتباع کریں گے تو سنن میں تیرے امر کی۔ میں نے تیری اطاعت کو اپنی اطاعت اور تیری بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ[1] ، اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ[2]

سلاطین تیرے پیرو کاروں کو ناپسند نہ کریں گے۔ بلکہ جاہل سے جاہل بادشاہ کو بھی یہ جرأت نہ ہوگی کہ تیرے قبیلے کے علاوہ کسی اور قبیلہ میں سے کسی کا تقرر بحثیت خلیفہ کر سکے قرأ تیرے منشور کے الفاظ حفظ کریں گے اور مفسرین تیرے فرقان کے معنوں کی تفسیر کریں گے۔ واعظین تیرے ہی وعظ کو آگے پہنچائیں گے۔ بلکہ علماء اور سلاطین تیری بارگاہ میں پہنچیں گے اور دروازے سے پیچھے ہی تجھ پر سلام عرض کریں گے۔ تیرے روضے کی خاکِ اقدس کو اپنے چہرہ پر ملیں گے اور تیری شفاعت کی اُمید رکھیں گے۔ قیامت تک تیری بزرگی قدر و منزلت باقی رہے گی۔

(تفسیر کبیر ۳۲ ص ۵-۶ مطبوعہ ایران)

مخالفین کی تفاسیر اور امام اہلسنّت فخر الدّین رازی کی عقیدت بھری تحریر کا ترجمہ پڑھ کر تو آپ کو یقین ہو گیا ہوگا۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے دُشمن تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

[1] پ۵ النساء ۸۰ [2] پ۲۶ الفتح ۱۰

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اُونچا تیرا

ہم آج بھی فرقہ وہابیہ کے پیروکاروں سے گزارش کریں گے کہ ابھی وقت ہے عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گھٹانے والی باتوں سے توبہ کریں اور ہمارے ساتھ مل کر **اللہ** کے پیارے محبوب علیہ السلام کی عظمت کے ڈنکے بجائیں تاکہ قبر و حشر میں رحمۃ للعٰلمین شفیع المذنبین کی شفاعت کے حقدار ہو سکیں۔

عقیدہ نمبر ۴ : امام الوہابیہ نے انبیاء، اولیاء کی عظمت ختم کرنے کے لیے ایک اور عجیب عقیدہ پیش کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے "اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وُہ **اللہ** کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے"۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۵)

یعنی چمار کی پھر بھی کچھ نہ کچھ عزت ہے لیکن انبیاء و اولیاء......

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ ...... لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

اسی بات کو ایک اور جگہ یوں لکھا "**اللہ** کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء، اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں"۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۳)

یعنی ذرہ ناچیز کا تو پھر بھی کوئی نہ کوئی مقام ہے لیکن انبیاء و اولیاء اس ذرہ ناچیز سے بھی گئے گزرے ہیں۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

ارحم الرّاحمین اپنے محبوب علیہ السلام کے صدقہ سے ایسے گندے عقیدہ سے ہمیں محفوظ رکھنا۔

نوٹ: اس عبارت پر تفصیلی بحث باب نمبر ۲ میں گزر چکی ہے۔ اعادہ کی حاجت نہیں ہے۔

عقیدہ نمبر ۵: رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا[1]

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ وہابی عقائد کی بنیاد محبوبانِ خدا کی توہین و تنقیص پر رکھی گئی ہے۔ اور اس مقصد کے لیے وہ بد دیانتی کی تمام حدیں بھی توڑ دیتے ہیں۔

اس کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔

امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایک حدیث نقل کر کے ایک انتہائی مضحکہ خیز نتیجہ، عقیدہ پیش کیا ہے۔ پہلے دہلوی جی کی نقل کردہ حدیث اور اس پر دہلوی جی کا پیش کردہ نتیجہ ملاحظہ ہو اور بعد میں اس پر ہمارا تبصرہ۔

[1] العیاذ باللہ

اَخْرَجَ فِی شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللهُ وَشَاءَ **مُحَمَّدٌ** وَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللهُ وَحْدَهٗ۔

ترجمہ: مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ شرح السنۃ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہ نے کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے **اللہ** اور **محمد** اور بولا کرو جو چاہے **اللہ** فقط۔

ف۔ یعنی جو کہ **اللہ** کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ سو اس میں **اللہ** کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملائیے۔ گو کتنا ہی بڑا ہو۔ اور کیسا ہی مقرب مثلاً یوں نہ بولے کہ **اللہ** و رسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جائے گا، کہ سارا کاروبار جہان کا **اللہ** ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ مرکز علم ادب آرام باغ کراچی)

یہی حدیث اب مشکوٰۃ سے ملاحظہ ہو اور وہابیہ کی بد دیانتی دیکھ کر اندازہ کیجئے کہ توہین اور تنقیص کا مادہ ان کے دل و دماغ میں کس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

عَنْ حُذَیْفَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا مَاشَاءَ اللهُ

ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَفِیْ رِوَایَةٍ مُنْقَطِعًا قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ **مُحَمَّدٌ** وَقُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ ۔

(مشکوٰۃ شریف[1] ص ۴۰۸-۴۰۹- ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا! اس طرح نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں شخص چاہے بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے اور پھر فلاں چاہے۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں بطریق انقطاع آیا ہے کہ آپ نے فرمایا یوں نہ کہو کہ جو **اللہ** چاہے اور جو **محمّد** چاہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ جو صرف **اللہ** چاہے، اس روایت کو بغوی نے شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔

اگر مولوی اسمٰعیل دہلوی مشکوٰۃ کی یہ پوری عبارت نقل کرتا تو یہی نتیجہ نکلتا کہ خداوندِ قدوس کی مشیّتِ حقیقی ہے، ذاتی ہے اور محبوبانِ خدا کی مشیّت خداوندِ قدّوس کی مشیّت کے تابع ہے۔ اس لیے ایسا لفظ نہیں بولنا چاہیے جس سے خداوندِ قدّوس اور محبوبانِ خدا کی مشیّت میں مساوات کا وہم پیدا ہوتا ہے۔

لیکن ستیاناس ہو وہابیانہ گندی ذہنیت کا کہ مشکوٰۃ کے وہ الفاظ جو کہ سنداً صحیح تھے اور محبوبانِ خدا کی بالتبع مشیّت کو واضح کر رہے

[1] باب البیان والشعر

تھے۔ ان کو شیرِ مادر کی طرح ہضم کر کے منقطع اور ضعیف روایت نقل کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بالتبع مشیت کا بھی انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ "رسُول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا"۔

اسی گندی ذہنیت کو چند صفحات قبل یوں بیان کیا:

"جس کا نام محمّد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔

(تقویۃ الایمان ص ۴۲ مطبوعہ میر محمّد کراچی)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

آئیے اب کتاب وسُنّت کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے۔ محبوبِ اکرم نُورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوندِ قدوس کی بخشش اور عطاء ملاحظہ فرمائیے کہ "رسول علیہ السلام کے چاہنے سے کیا کچھ ہوجاتا ہے":

اللہ تعالیٰ جل جلالہ تحویل قبلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۔

(پ ۲ البقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا مُنہ کرنا آسمان کی طرف، تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تحویلِ قبلہ میں **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے پیارے

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کو پیش نظر رکھا ہے۔

خدا چاہتا ہے رضائے **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم

سورۃ الضحیٰ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کا اظہار فرماتے ہوئے **اللہ** تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

(پ ۳۰ سورۃ الضحیٰ ۵)

ترجمہ: اور بے شک قریب ہے تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ سے پچھلی آیت کریمہ میں ان نعمتوں کا ذکر تھا جو عطا فرما دی گئیں۔ اور اس آیت میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو **اللہ** تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ خلاصہ یہی ہے،

خدا چاہتا ہے رضائے **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ اِبْرَاهِیْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ الْاٰیَةَ وَقَالَ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ

عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ وَبَكٰی فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَا جِبْرِیْلُ اذْهَبْ اِلٰی **مُحَمَّدٍ** وَرَبُّكَ اَعْلَمُ فَسْاَلْهُ مَا یُبْكِیْكَ؟ فَاَتَاهُ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ وَهُوَ اَعْلَمُ وَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ یَا جِبْرِیْلُ اذْهَبْ اِلٰی **مُحَمَّدٍ** فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْءُكَ۔

(مسلم شریف[1] ج ۱ ص ۱۱۳ حدیث نمبر ۴۹۹ اصح المطابع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ[2]

اے میرے رب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جو شخص میرا پیرو کار ہو گا وہ میرے راستے پر ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور وہ آیت پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے:

[1] کتاب الایمان باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتہ [2] پ ۱۳ ابراہیم ۳۶

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ پ المائدہ ۱۱۸

"اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب حکمت والا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگی اور فرمایا "میری اُمّت کو بخش دے "میری اُمّت کو بخش دے"۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا اے جبریل محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو خوب علم ہے) کہ ان پہ اس قدر گریہ کیوں طاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی (حالانکہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ خوب جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبریل سے کہا اے جبریل محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی اُمّت کی بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے۔ اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔ لہٰذا اس حدیث پاک سے بھی ثابت ہوا۔

خدا چاہتا ہے رضائے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ فِيْ هَوَاكَ

(بخاری شریف[1] ج ۲ ص ۷۰۶ حدیث نمبر ۴۷۸۸ نور محمّد اصح المطابع آرام باغ کراچی)

مُسلم شریف کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وَاللّٰهِ مَا اَرٰی رَبَّكَ اِلَّا يُسَارِعُ لَكَ فِيْ هَوَاكَ

(مُسلم شریف[2] ج ۱ ص ۴۷۳ حدیث نمبر ۳۶۳۱ ۔ نور محمّد اصح المطابع آرام باغ کراچی)

ترجمہ: مجھے اللہ کی قسم یہی دیکھتی ہوں کہ اللہ آپ کی خواہش پوری کرنے میں بڑی جلدی فرماتا ہے۔

معلوم ہوا،

خدا چاہتا ہے رضائے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی اور میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف بُلاتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنی ماں کو دعوت دی تو میری ماں نے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلّق وُہ وُہ باتیں کیں جو مجھے بڑی بُری لگیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں روتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمایئے کہ اللہ! ابُوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرمائے تو آپ نے دُعا مانگی اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

[1] کتاب التفسیر باب قولہ (ترجی من تشاء منھن الخ) [2] کتاب الرضاع باب جواز ھبتھا نوبتھا لضرتھا

اے اللہ ابُوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرمادے۔ حضرت ابوہریرہ
ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نبیِ اکرم ﷺ کی یہ دعائے ہدایت
سُن کر خوش خوش گھر کی طرف چلا۔ دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔
میری ماں نے میرے قدموں کی آواز سُنی تو کہا اے ابوہریرہ اپنی جگہ پر
ٹھہر، اور میں پانی کے گرنے کی آواز سُن رہا تھا۔ میری ماں نے غسل
کیا۔ کپڑے پہنے، دروازہ کھولا پھر کہا ابُوہریرہ

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں یہ سُن کر خوشی سے روتا ہوا رسُولِ اکرم ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اللہ کی تعریف کی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۵ باب فی المعجزات)

مشہور غیر مقلد مولوی اسمٰعیل سلفی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ
یہ حدیث بھی معجزہ ہے کہ فوراً آپ کی دُعا قبول ہوگئی۔ صاحبِ مصابیح
نے اس حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور اس کے بعد اتنا اور زیادہ ہے۔
میں نے عرض کی یا رسُول اللہ ﷺ اللہ عزّوجلّ سے دُعاء
کیجیے کہ میری اور میری ماں کی محبّت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے
اور مؤمنوں کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ تب رسُول اللہ[1] نے
فرمایا اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے اپنے ان بندوں کی یعنی ابوہریرہ[2] اور ان کی

[1] صلی اللہ علیہ وسلم [2] رضی اللہ عنہ

ماں کی محبّت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے اور مومنوں
کی محبّت ان کے دلوں میں ڈال دے۔ پھر کوئی مومن ایسا نہیں پیدا ہوا
جس نے میرے کو سُنا ہو یا دیکھا ہو مگر محبّت رکھی اس نے مجھ سے انتہیٰ
صاحبِ مشکوٰۃ نے اس کو ترک کیا ہے وجہ نہیں معلوم حالانکہ اس
ٹکڑے کو بھی معجزات کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ جیسی آپ نے
دُعا فرمائی ویسا ہی ہوا۔

(شرح مشکوٰۃ شریف مولوی اسمٰعیل سلفی ج ۴ ص ۳۵۶)

نوٹ: مذکورہ بالا حدیث پاک مسلم شریف جلد دوم کے صفحہ نمبر ۳۰۱
پر بھی مکمّل طور پر موجود ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ "رسُول[1] کے چاہنے سے خُداوند قدّوس
دلوں کی حالتیں بھی تبدیل فرما دیتا ہے۔

صحابیِ رسُول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

قَالَ اَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ
فَبَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فِيْ يَوْمِ جُمُعَةٍ
قَامَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ
الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَمَا نَرٰى فِى السَّمَاءِ
قَزَعَةً فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا وَضَعَهَا حَتّٰى ثَارَ السَّحَابُ

[1] صلی اللہ علیہ وسلم

اَمْثَالَ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهٖ حَتّٰى رَاَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذٰلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِيْ يَلِيْهِ حَتّٰى الْجُمُعَةِ الْاُخْرٰى فَقَامَ ذٰلِكَ الْاَعْرَابِيُّ اَوْ غَيْرُهٗ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يُشِيْرُ بِيَدِهٖ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ السَّحَابِ اِلَّا انْفَرَجَتْ وَصَارَتِ الْمَدِيْنَةُ مِثْلَ الْجَوْبَةِ وَسَالَ الْوَادِيْ قَنَاةُ شَهْرًا وَلَمْ يَجِئْ اَحَدٌ مِّنْ نَاحِيَةٍ اِلَّا حَدَّثَ بِالْجَوْدِ۔

(بخاری شریف[1] ج ۱ ص ۱۲۷ - حدیث نمبر ۹۳۳ - باب الاستسقی فی الخطبۃ یوم الجمعۃ
نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا ایک بار ایسا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوگیا اور عرض کرنے لگا " یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مال ہلاک ہوگیا اور اہل و عیال بھوکے رہ گئے۔ آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا فرمایئے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور

[1] کتاب الجمعہ

ہم آسمان میں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دیکھتے تھے۔ تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے آپ ابھی دُعا سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ پہاڑوں کی طرح بادل اُمڈ آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے نیچے تشریف نہیں لائے تھے کہ میں آپ کی ریش مُبارک پر بارش کے قطرے ٹپکتے دیکھے۔ غرض کہ اس سارے دن بارش برستی رہی۔ پھر اس کے بعد والے دن بھی۔ پھر اس کے بعد والے دن۔ پھر اس کے بعد والے دن۔ پھر اس کے بعد والے دن یہاں تک کہ دُوسرا جُمعہ آگیا۔ وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گھر گر گئے مال غرق ہوگیا اب تو اللہ سے ہمارے لیے دُعاء فرما دیجیے۔ آپ نے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور عرض کیا اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بادل کے جس کونے کی طرف اشارہ فرماتے ادھر سے بادل ہٹ جاتا اور مدینہ شریف گویا ایک گول دائرہ بن گیا اور قنات کا نالہ ایک مہینہ بھر تک برابر بہتا رہا۔ اور جو بھی باہر سے آیا اس نے یہی بتایا کہ خوب بارش ہو رہی ہے۔

ثابت ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے اہل مدینہ

کو قحط سے نجات مل گئی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ
لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی
یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
قَالَ فَبَاتَ النَّاسُ یَدُوْکُوْنَ لَیْلَتَھُمْ اَیُّھُمْ یُعْطَاھَا
فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کُلُّھُمْ یَرْجُوْنَ اَنْ یُعْطَاھَا فَقَالَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ
فَقَالُوْا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا
اِلَیْہِ فَاُتِیَ بِہٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَالَہٗ فَبَرَاَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ
وَجَعٌ فَاَعْطَاہُ الرَّایَۃَ۔

حدیث نمبر ۴۲۱۰

بخاری[1] شریف جلد ۲ ص ۶۰۵ باب غزوہ خیبر، نور محمد اصح المطابع، کارخانہ تجارت کتب (آرام باغ کراچی)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پہ اللہ خیبر فتح کرا دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور اللہ اور

[1] کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر

اس کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ ساری رات لوگ کھسر پھسر کرتے رہے کہ دیکھیے جھنڈا کس کو ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ہر ایک کا خیال تھا کہ شاید جھنڈا مجھ کو ملے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا علی بن ابی طالب کہاں ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی تو آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ان کو بلاؤ۔ کچھ لوگ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پہ اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ پھر تو وہ ایسے تندرست ہو گئے جیسے ان کی آنکھیں کبھی دکھی ہی نہ تھیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا اعطاء فرمایا۔

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا اس موقع پر فوراً شفایاب ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ

خدا چاہتا ہے رضائے **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے تو قریشِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سفر معراج کی کوئی

نشانی طلب کی۔ مولوی اشرف علی تھانوی اس نشانی کے متعلق حدیث نقل کرتے ہیں:

بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے ان کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی۔ جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب پہنچ گیا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے دعا کی تو آفتاب چھپنے سے رک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آگئے۔

(نشر الطیب ص ۸۶ - مطبوعہ تاج کمپنی لیمٹڈ پاکستان - نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، لبنان)

مجمع الزوائد میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ۔

(مجمع الزوائد ج ۸ ص[1] ۲۹۶ - مطبوعہ موسسۃ المعارف بیروت لبنان)

ترجمہ: حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا تو وہ دن کی ایک پوری ساعت متأخر ہوگیا، اس حدیث کو حافظ طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے اور

[1] کتاب علامات النبوۃ باب حبس الشمس لہ

اس کی سند حسن ہے۔

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سورج اپنے مقررہ وقت سے کافی تاخیر سے غروب ہوا اور حدیث جابر[1] سے معلوم ہوا کہ اللہ جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سورج پر بھی حکومت عطا فرمائی تھی اور سورج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے چلتا تھا۔

ثابت ہوا کہ امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کا یہ عقیدہ پیش کرنا کہ "رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" بالکل غلط، خود ساختہ اور قرآن و سنت سے متصادم ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ بِالصَّھْبَاءِ[2] ثُمَّ اَرْسَلَ عَلِیًّا عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ حَاجَۃٍ فَرَجَعَ وَقَدْ صَلَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاْسَہٗ فِیْ حِجْرِ عَلِیٍّ فَلَمْ یُحَرِّکْہُ حَتّٰی غَابَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَبْدَکَ عَلِیًّا اِحْتَبَسَ بِنَفْسِہٖ عَلٰی نَبِیِّکَ فَرُدَّ عَلَیْہِ شَرْقَھَا قَالَتْ

[1] رضی اللہ عنہ

اَسْمَاءُ فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ حَتّٰی وَقَعَتْ عَلَی الْجِبَالِ وَعَلَی الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ عَلِیٌّ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّی الْعَصْرَ ثُمَّ غَابَتْ وَ ذٰلِكَ فِی الصَّهْبَاءِ ۔

(مشکل الآثار للامام ابی جعفر الطحاوی ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مقام صہبا میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی کام کیلئے بھیجا جب وہ واپس تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ عصر کی نماز ادا فرما چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا سرِ انور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھ دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی گود کو حرکت تک نہ دی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، تو نبی کریم ﷺ نے عرض کی اے **اللہ** بے شک تیرے بندے علی نے اپنے آپ کو تیرے نبی کے لیے روک رکھا تھا، تو اس کے لیے سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر سورج نکلا یہاں تک کہ اس کی روشنی پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگی۔ پھر حضرت علی کھڑے ہوئے وضو فرمایا اور نماز عصر ادا کی، پھر سورج غروب ہوا اور یہ واقعہ مقام صہبا کا ہے۔

امام طحاوی نے اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بھی نقل کیا ہے

۱؎ صلی اللہ علیہ وسلم

اس میں دعا کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ فِیْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ ۔

(مشکل الآثار للامام ابی جعفر الطحاوی۔ ج ۲ ص ۹ مطبوعہ دار صادر بیروت)۔

ترجمہ: اے **اللہ** بے شک علی تیری عبادت میں تھا اور تیرے رسول کی اطاعت کر رہا تھا۔ پس اس پر سورج واپس فرما۔

معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے ڈوبا ہوا سورج بھی واپس آ گیا۔

خدا چاہتا ہے رضائے **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: بعض لوگوں نے اس واقعہ "ردِ شمس" کا انکار کیا ہے۔ سیدی وابی فقیہ عصر استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی ابو سعید محمد امین صاحب مدظلہ نے اس پر ایک بہترین رسالہ "ردِ شمس" ہی کے نام سے تحریر فرمایا ہے۔ نہایت قیمتی علمی خزانہ ہے ناظرین ضرور اس کا مطالعہ فرمائیں

اس حدیث کے متعلق ہم طحاوی کا ارشاد نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ جَعْفَرٍ وَكُلُّ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ وَقَدْ حَكٰى عَلِيُّ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ اَحْمَدَ

بْنِ صَالِحٍ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ كَانَ سَبِيْلُهُ الْعِلْمَ التَّخَلُّفُ عَنْ حِفْظِ حَدِيْثِ اَسْمَاءَ الَّذِيْ رُوِيَ لَنَا عَنْهُ لِاَنَّهٗ مِنْ اَجَلِّ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ ۔

(مشکل الآثار للامام ابی جعفر الطحاوی ج ۲ ص ۱۱ مطبوعہ دار صادر بیروت)۔

ترجمہ: ابُوجعفر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث علامات نبوّت سے ہیں اور علی بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ، احمد بن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ وُہ فرمایا کرتے تھے کہ جس آدمی کو علم سے کچھ بھی مس ہے اس کے لیے اس حدیث سے اعراض قطعاً مناسب نہیں ہے اس لیے کہ یہ حدیث نبوّت کی بہت بڑی علامت ہے۔

عقیدہ نمبر۶ : رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو غیب کی کیا خبر

امام الوہابیہ نے مشکوٰۃ شریف باب الاسامی کی جس ضعیف حدیث پر اپنے باطل عقیدہ "رسُول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا" کی بنیاد رکھی۔ اسی حدیث کی توضیح میں یہ باطل عقیدہ بھی پیش کر دیا۔

"یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت میں کتنے پتّے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ رسُول ہی جانے

کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسُول کو کیا خبر"۔

(تفویّۃ الایمان ص ۵۵ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔

اگر یہ کہا جاتا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم نہ تو خُدا جیسا ہے نہ ہی خُدا جتنا ہے تو درست ہوتا۔ کیونکہ خُداوندِ قدّوس کا سارا علم ذاتی ہے اسے ایک ذرّہ کا بھی عطائی علم نہیں ہے کیونکہ وُہ خود بخود ہر چیز کو جانتا ہے کوئی اسے عطاء کرنے والا نہیں ہے۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا علم عطائی ہے ایک ذرّہ کا بھی ذاتی علم نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے۔

کیونکہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطاء فرمانے والا اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہے اس کی عطاء اور بخشش کے بغیر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نہ تو کسی ذرّہ کا علم حاصل ہے اور نہ ہی قوّت و اختیار۔ لیکن یہ کہنا کہ "رسُول کو غیب کی کیا خبر"۔

درحقیقت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار ہے اس لیے کہ جبریل علیہ السلام بھی غیب ہیں اور نزولِ وحی بھی۔

اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ "رسُول کو غیب کی کیا خبر" وُہ درحقیقت یہ دعویٰ کرتا ہے کہ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو جبریل علیہ السلام کی خبر

ہے اور نہ ہی وحی کی۔

مسئلہ علمِ غیب پر تفصیلی بحث تو ہم اِن شاءَ اللہ العزیز باب العقائد یعنی باب نمبر ۴ میں کریں گے سرِ دست مندرجہ ذیل آیاتِ کریمہ پر غور فرمائیے:

۱۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔

(پ۳۰ التکویر ۲۴)

ترجمہ: اور وُہ علمِ غیب پر بخیل نہیں۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص نمبر ۷۰۹)

غیر مقلّدوں کے ایک عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

(وَمَا هُوَ) اَیْ **مُحَمَّدٌ** صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (عَلَى الْغَيْبِ) يَعْنِيْ خَبَرَ السَّمَآءِ وَمَا اُطُّلِعَ عَلَيْهِ مِمَّا كَانَ غَائِبًا عِلْمُهٗ عَنْ اَهْلِ مَكَّةَ ۔

(تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۳۹۲)

ترجمہ: یعنی **محمّد** کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ غیب پر یعنی آسمانی خبروں پر اور جو چیزیں مکّہ والوں کے علم سے غائب تھیں اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ان پر مطلع کیا گیا (بخیل نہیں ہیں)۔

علّامہ شبّیر احمد عثمانی لکھتے ہیں "یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے۔" (تفسیر عثمانی ص ۷۶۴)

۲۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔

(پ۴ آل عمران ۱۷۹)

ترجمہ: اور **اللہ** کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلا دے ہاں خدا اپنے رسُولوں کو اطلاع کے لیے چُن لیتا ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۸۷)

اسی کی تشریح میں امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

اللہ کو منظور نہیں کہ تمہیں غیب کی خبر بتلا دے کہ فلاں شخص تم میں منافق ہے اور فلاں شخص ضعیف الایمان ہے ہاں خُدا اپنے رسُولوں کو اس اطلاع کے لیے چُن لیا کرتا ہے سو ان کو بتلا دیتا ہے کہ فلاں شخص منافق ہے فلاں تمہارا دُشمن ہے۔

(تفسیر ثنائی ص نمبر ۸۷)

۳۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(پ۲۹ الجن ۲۵-۲۶)

ترجمہ: وُہ عالم الغیب ہے وُہ خُدا اپنے علمِ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر انبیائے کرام میں سے جس رسُول کو پسند کرتا ہے اطلاع دیتا ہے۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۶۹۲)

عقیدہ نمبر۸ : امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں :

"سو اب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے"۔

(تقویۃ الایمان ص ۳۴ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۔

قرآن وسُنّت کی صریح نصوص سے متصادم نظریہ آپ نے امام الوہابیہ کے قلم سے ملاحظہ فرمایا۔ اسی لیے نجدی ٹولہ جگہ جگہ توحید کے نام پر یہی تقریر سُنا رہا ہے کہ اللہ کی عطاء سے بھی نہ تو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اللہ کے علاوہ کسی میں تصرف ماننا شرک ہے۔ انبیاء واولیاء کے اختیارات اور ان سے استمداد ان شاء اللہ العزیز تفصیلاً تو ہم باب نمبر۴ میں بیان کریں گے سر دست چند ابتدائی باتیں ذہن نشین فرمائیں۔

اگر امام الوہابیہ یہ کہتا کہ اللہ کی عطاء اور بخشش کے بغیر نہ تو کوئی چیز نفع دے سکتی ہے اور نہ ہی نقصان۔ اور نہ ہی اس کے اذن کے بغیر کوئی تصرف کر سکتا ہے۔

تو یہ بات درست اور حق ہوتی، لیکن علی الاطلاق یہ کہنا کہ اگر کوئی کسی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے گو اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے

مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے تب بھی مشرک ہو جاتا ہے"۔ بالکل غلط اور کتاب وسُنّت سے متصادم ہے ملاحظہ ہو۔

نمبر۱۔ حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب جیل میں اپنے دو ساتھیوں کو ان کے خواب کی تعبیر بتائی کہ ان میں سے ایک بری ہو جائے گا اور دوسرا پھانسی پا جائے گا تو انہوں نے کہا جناب ہمیں تو کوئی خواب آیا ہی نہیں۔ یہ خواب تو ہم نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ

(پ۱۲ یوسف ۴۱)

ترجمہ: جس کام کی تم تحقیق چاہتے تھے اس کا فیصلہ کر دیا گیا۔

اس کی تفسیر میں غیر مقلد عالم سیّد احمد حسن محدّث دہلوی لکھتے ہیں:

"مصنّف ابن ابی شیبہ، تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ یُوسف علیہ السلام نے جب نان بائی کے سولی چڑھائے جانے کی تعبیر بیان کی تو ساقی اور نان بائی دونوں اپنے خوابوں کے منکر ہو گئے اسی کا جواب یُوسف علیہ السلام نے یہ دیا قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خواب تم دونوں نے بیان کر کے ان کی تعبیر پوچھی تھی اب جب ان کی تعبیر بیان کی جا چکی تو اس کے

موافق ظہور ضرور ہوگا۔ اب خواب کے انکار کرنے سے وُہ تعبیر ٹل نہیں سکتی۔"

(احسن التفاسیر ج ص ۱۶۶)

معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا یُوسف علیہ السلام کو **اللہ** کی عطائے ہے یہ تصرف حاصل تھا کہ ادھر ان کی زبان سے خواب کی تعبیر نکلی ادھر وُہ **اللہ** کی تقدیر بن گئی۔

نمبر۲ - حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور پر تشریف لے گئے تو آپ کے پیچھے سامری نے سونے کا بچھڑا بنا کر قوم کے سامنے بطور معبود پیش کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے واپس آکر سامری کو یہ سزا سُنائی۔

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ

(پ ۱۶ طٰهٰ ۹۷)

ترجمہ: تُو چلا جا۔ بے شک تیری یہی سزا ہے کہ تُو پُوری زندگی یہی کہتا رہے گا کہ (مجھے) ہاتھ نہ لگانا۔

اسی کی تفسیر میں مشہور معاند مولوی غُلام اللہ خاں لکھتا ہے:

"سامری کو دُنیا میں اپنے کیے کی یہ سزا ملی کہ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتا اس لیے وُہ لوگوں سے کہتا کہ مجھ سے دُور رہو۔"

(جواہر القرآن ج ۲ ص ۷۰۴)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ رُوح المعانی ج ۱۶ ص ۲۵۵۔

معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خُداوند قدّوس کے اذن اور عطائے سے کائنات میں اتنا تصرف ضرور حاصل تھا کہ ادھر ان کے مُنہ سے لفظ "لامساس" نکلا ادھر سامری عذاب میں مبتلا ہوگیا۔

نمبر۳ - حضرت سیّدنا سلیمان علیہ السلام کے متعلّق ارشاد فرمایا:

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۙ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۔ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ۔

(پ ۲۳ صٓ ۳۶ تا ۴۰)

ترجمہ: پس ہم نے ہَوا کو اس کا تابع کر دیا۔ جہاں پر وُہ جانا چاہتا اس کے حکم سے ہَوا آسانی کے ساتھ چلتی اور جتنے جن معمار اور غوطہ زن تھے ہم نے اس کے تابع کر دیے۔ اور کئی ایک کو قابو کر رکھا تھا جو قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری دین ہے پس تو بے حساب احسان کر یا روک رکھ۔ اس کا ہمارے پاس بڑا مرتبہ تھا اور اچھی شان۔

(ترجمہ مولوی ثناء اللہ امرتسری ص ۵۴۵ - ۵۴۶)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ جلّ جلالہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام

کو ہوا پر تصرف عطا فرمایا تھا اور ہوا ان کے حکم سے چلتی تھی۔

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ پڑھیے پھر مولوی اسمٰعیل دہلوی کا فتوئ شرک پڑھیے تو آپ کا بال بال گواہی دے گا کہ وہابیت کی بُنیاد محبوبانِ خُدا کی تنقیص و توہین پر قائم ہے۔ جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کے قلم سے حق تعالیٰ نے جو سچ بات لکھوادی ہے پڑھیے اور اہلِ سُنّت کی حقانیت کی داد دیجیے۔ چنانچہ وُہ لکھتے ہیں:

تاہم اگر ہوا پر حضرت سلیمان (علیہ السلام) کو حکم چلانے کا بھی کوئی اقتدار دیا گیا ہو جیسا کہ "تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ" (اس کے حکم سے چلتی تھی) کے ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہے تو یہ اللّٰہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔ وُہ اپنی مملکت کا آپ مالک ہے اپنے جس بندے کو جو اختیارات چاہے دے سکتا ہے۔ جب وُہ خود کسی کو کوئی اختیار دے تو ہمارا دل دُکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۷۷)

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے بلقیس کے تخت لانے کا مطالبہ کیا تو

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ۔ فَلَمَّا رَاٰہُ مُسْتَقِرًّا

عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۔ (پ۱۹ النمل ۴۰)

اس کی توضیح میں ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:

ایک شخص نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا یعنی وہ کتابی تعلیمات کا عالم تھا جس کی وجہ سے اس کو ایسے امور پر قدرت تھی۔ وہ بولا کہ حضور کی آنکھ جھپکنے سے پہلے میں اس تخت کو حضور کے سامنے لاسکتا ہوں یعنی بہت جلد۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو اس کام پر مامور فرمایا۔ پس جب سلیمان علیہ السلام نے اپنے سامنے اس کو دیکھا تو کہا یہ میرے پروردگار کا فضل ہے کہ ایسے لائق آدمی میرے ماتحت ہیں۔

(تفسیر ثنائی ۴۵۴)

وہابی ٹولہ کو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کرنا چاہیے کہ اگر کتابی تعلیمات کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت کو اتنے بڑے تخت کے لانے پر قدرت تھی، تو خود صاحبِ کتاب نبی کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کتنی قدرتیں اور کتنے تصرفات عطا فرمائے ہونگے

۵۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللّٰہ تعالیٰ جل جلالہ کے اذن سے اندھوں کو بینا کرنے کوڑھیوں کو شفایاب کرنے، مٹی کے پرندوں کو پھونک مار کر سچ مچ کا پرندہ بنا دینے اور مُردوں کو زندہ کر دینے کا تصرف حاصل تھا۔ قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے اس تصرف کے متعلق خود اپنا اعلان ملاحظہ ہو:

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَةِ الطَّیْرِ

فَانْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ

(پ۳ آل عمران ۴۹)

ترجمہ: میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی مانند صورت بنا دیتا ہوں، پھر اس میں دم کر دیتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور مبروص کو اچھا کر دیتا ہوں، میں اللہ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔

۶- خداوند قدوس نے کچھ حضرات کے متعلق قسم یوں بیان فرمائی:

فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔

(پ۳۰ النازعات ۵)

ترجمہ: پھر ہر کام کا انتظام کرنے والوں کی قسم ہر کام کا انتظام اور تدبیر کرنے والے کون ہیں جن کی قسم ربّ العزت بیان فرماتا ہے۔

ان کے متعلق قاضی شوکانی غیر مقلد تحریر کرتے ہیں:

قَالَ الْقُشَيْرِىُّ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ هٰهُنَا الْمَلٰئِكَةُ وَقَالَ الْمَاوَرْدِىُّ فِيْهِ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا الْمَلٰئِكَةُ وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُوْرِ۔ وَالثَّانِىْ اَنَّهَا الْكَوَاكِبُ السَّبْعُ ۔ (تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۳۷۳)

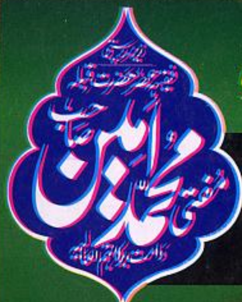
قشیری کہتے ہیں کہ اس بات پر مفسرین کا اجماع ہے کہ "مُدَبِّرَاتِ اَمر" سے مراد فرشتے ہیں ماوردی کہتے ہیں کہ اس میں دو قول ہیں،

۱- ان سے مراد ملائکہ ہے۔

۲- ان سے مراد سات ستارے ہیں۔

امام رازی، علامہ آلوسی، امام غزالی، قاضی بیضاوی، علامہ اسمٰعیل حقی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہم کے نزدیک 'مدبرات امر' سے مراد "اولیاء کرام کی رُوحیں" ہیں۔ (مفصل بحث باب نمبر ۴ میں مذکور ہوگی) بہر حال مدبرات امر سے مراد ملائکہ ہوں یا کواکب سبع یا ارواح اولیاء، ہیں تو یہ سب مخلوق۔ ان کا کائنات میں تصرف باذنہ تعالیٰ ثابت ہو رہا ہے۔




مفتی محمد امین صاحب
دامت برکاتہم العالیہ